رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۳۸ء نمبر ۱

دارالامان کی خبریں

(۱) ۱۳ مارچ۔ سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی کی طبیعت خدا کے فضل سے قابل حمد ہے۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت ناساز ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے بہت دعائیں کریں۔

(۳) حضرت قبلہ نواب محمد علیخاں صاحب ابھی تک مالیر کوٹلہ میں ہیں۔ امید ہے۔ کہ جلد تشریف لائیں گے۔

(۴) محترم مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل مبلغ بلاد عربیہ دو سال کامل فلسطین میں فرائض تبلیغ خوش اسلوبی سے ادا کرنے کے بعد ۱۰ مارچ کو ۱۲ بجے دوپہر کی ٹرین سے بخیریت تمام واپس دارالامان میں تشریف لائے۔ مولوی صاحب کے استقبال کے لئے معززین جماعت اور اکابرین سلسلہ سٹیشن پر موجود تھے۔ سب سے پہلے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے مکرم مولوی صاحب سے معانقہ و مصافحہ کیا۔ اور ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ جس کے بعد کئی دوستوں نے پھول پہنائے اور برسائے الحمد للہ۔ کہ مولوی صاحب کی صحت اچھی ہے۔

سلسلہ کی خبریں

مسجد احمدیہ لنڈن میں عیدالاضحیٰ

۱۱ فروری کو عیدالاضحیٰ کی تقریب پر مسجد احمدیہ لنڈن میں شام کو ایک شاندار جلسہ کیا گیا۔ اور اس میں آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی نے احمدیت کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جس کا ذکر لنڈن کے چند اخبارات نے "مسلمانوں کی عظیم الشان تقریب" اور "مسجد سوتھ فیلڈز (احمدیہ مسجد) میں ایک نمائندہ اجتماع" کے عنوانوں سے اس تقریب کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کے متعلق چند فوٹو دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ مسجد احمدیہ لنڈن میں ۱۱ بجے نماز عید ادا کی گئی۔ اس نماز میں ہندوستانی مرد اور عورتیں مصری اور افریقی لوگ اور برطانی نومسلم مرد اور خواتین شریک ہوئے۔ امام مسجد لنڈن مولنا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے نے جو سبز پگڑی باندھے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں قرآن کریم کا ایک نسخہ لے کر نماز کے بعد انگریزی میں خطبہ پڑھا۔ جس میں نہایت فصیح الفاظ میں اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ نماز عید کے بعد نماز جمعہ ادا کی گئی۔ خطبہ جمعہ بھی امام صاحب موصوف نے پڑھا۔ نماز سے فارغ ہو کر تمام حاضرین نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ اور تمام اصحاب کی مشرقی کھانوں سے تواضع کی گئی۔ تیسرے پہر مسجد کے باغ میں ایک خوبصورت بڑے شامیانے میں جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں دو سو کے قریب اعلیٰ طبقہ کے صاحب منصب اور رؤساء اور ریٹائرڈ افیسر شامل ہوئے۔ جن کے ساتھ آنریبل چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی ممبر ایگزیکٹو کونسل وائسرائے ہند نے "تحریک احمدیت" پر نہایت فاضلانہ اور جامع تقریر کی۔ اس جلسہ کے صدر پریوی کونسل کے جج رائٹ آنریبل لارڈ بلینز برو تھے۔ تقریر کے بعد امام مسجد لنڈن درد صاحب نے صاحب صدر اور آنریبل لیکچرار کا شکریہ ادا کیا۔ اور بعد اختتام جلسہ حاضرین کو ٹی پارٹی دی گئی۔

علاقہ جاوا میں احمدیہ مسجد کی تکمیل

گارت (جاوا) میں جس احمدیہ مسجد کی بنیاد گذشتہ سال رکھی گئی تھی۔ وہ خدا کے فضل سے ۱۰ فروری کو مکمل ہو گئی۔ اور ۱۱ فروری کو نماز عید اس میں ادا کی گئی۔ اس مسجد میں قریباً دو سو نمازی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو اسلام اور سلسلہ کے لئے بابرکت کرے آمین۔

خلافت جوبلی فنڈ

خلافت جوبلی فنڈ میں ایک غیر احمدی رئیس نے پانچ ہزار روپیہ کا اور آنریبل نواب چودھری محمد دین صاحب منسٹر مال جودھپور نے چار ہزار روپیہ کا وعدہ کیا۔ اور اس میں سے قریباً پونے تین ہزار نواب صاحب نے ادا بھی کر دیا ہے۔ کیا احباب جماعت کا فرض نہیں۔ کہ وہ بہت جلد فراخدلی سے اس فنڈ میں حصہ لے کر موعودہ رقم کو پورا کر کے ثواب حاصل کریں۔

مقدمات زیر دفعہ ۱۰۷

پولیس نے جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ معززین جماعت جناب خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب و مکرمی سید ولی اللہ شاہ صاحب و محترم میر محمد اسحاق صاحب و محبی مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب فاضل کے خلاف

کیا ہوا ہے۔ اس میں ۸ مارچ کو بقیہ گواہان صفائی کی شہادت ہونے کے بعد وکلاء کی بحث سنکر ۱۴ مارچ آخری فیصلہ کے لئے مقرر کی ہے۔

دوسرا مقدمہ جو مصری پارٹی کے خلاف اسی دفعہ کے ماتحت دائر ہے۔ اس کا فیصلہ بھی اسی تاریخ کو کیا جائیگا۔ یہ ہر دو مقدمات ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں دائر ہیں۔

دار التبلیغ کلکتہ

خدا کے فضل و کرم سے کلکتہ میں احمدیہ دار التبلیغ قائم ہو گئی۔ ۵ مارچ کو اس کا افتتاح کیا گیا۔ افتتاح کا جلسہ زیر صدارت شری بیت سنت کمار رائے صاحب چودھری میئر آف کلکتہ منعقد ہوا۔ جس میں نواب اکبر یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن نے حاضرین کے سامنے سلسلہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ مسجد احمدیہ لنڈن کی طرح دار التبلیغ کلکتہ بھی خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے تمام لوگوں کے واسطے کھلا ہے۔ الحمد للہ کہ یہ تقریب نہایت کامیابی سے عمل میں آئی۔

مطلع رہو

ایک لڑکے مسمی عبد اللطیف پونچھی سے جس کی عمر ۱۸ یا ۲۰ بیس سال کی ہے۔ قد چھوٹا۔ رنگ سانولہ جو کچھ دنوں قادیان میں بھی رہا ہے۔ بعض احباب کو مالی نقصان پہنچا ہے۔ لہذا احباب اس لڑکے سے ہوشیار رہیں (امور عامہ)

شکاگو (امریکہ) میں نئے احمدی

مولوی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ایم۔ اے مبلغ امریکہ کی مرسلہ رپورٹ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جماعت شکاگو نے تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا۔ آٹھ اصحاب داخل سلسلہ ہوئے جن کی درخواست ہائے بیعت بحضور امیر المومنین

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو نصیحت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرمایا۔ ایک شخص ہے۔ جو اسلام کا سخت دشمن ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ اس سے بیزاری اور نفرت ظاہر کی جاوے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کا ہو۔ کہ وہ اپنے اعمال میں سست ہے تو وہ اس قابل ہے۔ کہ اس کے قصور سے درگذر کیا جاوے۔ اور اس سے ان تعلقات پر زد نہ پڑے۔ جو وہ رکھتا ہے۔

جو لوگ بالجہر دشمن ہو گئے ہیں۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی نہیں کی۔ بلکہ ابوجہل کے سر کٹنے پر سجدہ کیا۔ لیکن جو دوسرے عزیز تھے۔ جیسے امیر حمزہ جن پر ایک وحشی نے حربہ چلایا تھا۔ تو باوجودیکہ وہ مسلمان تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ میری نظر سے الگ چلا جا۔ کیونکہ وہ قصہ آپ کو یاد آگیا۔ اس طرح پر دوست دشمن میں پوری تمیز کر لینی چاہیئے۔ اور پھر ان سے علیٰ قدر مراتب نیکی کرنی چاہیئے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ اندرونی طور پر ساری جماعت ایک درجہ پر نہیں ہوتی۔ کیا ساری گندم تخم ریزی سے ایک ہی طرح نکل آتی ہے۔ بہت سے دانے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کو چڑیاں کھا جاتی ہیں۔ بعض کسی اور طرح قابل ثمر نہیں رہتے غرض ان میں سے جو ہونہار ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔

خدا تعالےٰ کے لئے جو جماعت تیار ہوتی ہے۔ وہ بھی کھیت کی زرع ہوتی ہے۔ اسی لئے اس اصول پر اسکی ترقی ضروری ہے۔ پس یہ دستور ہونا چاہیئے۔ کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے۔ اور ان کو طاقت دی جاوے۔ یہ کسقدر نامناسب بات ہے۔ کہ دو بھائی ہیں۔ ایک تیرنا جانتا ہے۔ اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے۔ یا اسکو ڈوبنے دے۔ اس کا فرض ہے۔ کہ اسکو غرق ہونے سے بچاوے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہو سکتی۔ جب تک کمزوروں

دیکھکر نہ چڑلو۔ کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضرور ہے۔ کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے۔ اور محبت ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی۔ جو ایک دوسرے کو کھائے۔ اور جب چار مل کر بیٹھیں۔ تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں۔ اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں۔ اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں۔ اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیئے۔ بلکہ اجماع میں چاہیئے۔ کہ قوت آجاوے۔ اور وحدت پیدا ہو جاوے۔ جس سے محبت آتی ہے۔ اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ ذرا ذرا سی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مخالف لوگ جو ہماری ذرا ذرا سی بات پر نظر رکھتے ہیں۔ معمولی باتوں کو اخباروں میں بہت بڑی بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ اور خلق کو گمراہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر اندرونی کمزوریاں نہ ہوں۔ تو کیوں کسی کو جرأت ہو۔ کہ اس قسم کے مضامین شائع کرے۔ اور ایسی خبروں کی اشاعت سے لوگوں کو دھوکا دے۔

کیوں نہیں کیا جاتا۔ کہ اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جاوے۔ اور یہ تب ہوتا ہے۔ کہ جب ہمدردی۔ محبت اور عفو اور کرم کو عام کیا جاوے۔ اور تمام عادتوں پر رحم اور ہمدردی پردہ پوشی کو مقدم کر لیا جاوے۔ ذرا ذرا سی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ جو دل شکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔ یہاں مدرسہ ہے۔ مطبع ہے۔ مگر کیا اصل اغراض ہمارے یہی ہیں۔ یا اصل امور اور مقاصد کے لئے بطور خادم ہیں؟ کیا ہماری غرض اتنی ہی ہے۔ کہ یہ لڑکے پڑھ کر نوکریاں کریں۔ یا کتابیں بیچتے رہیں۔ یہ تو سفلی امور ہیں۔ ان سے ہمیں کیا تعلق۔ یہ بالکل ابتدائی امور ہیں۔ اگر مدرسہ چلتا رہے۔ تب بھی بنظر ظاہر بیس برس تک بھی یہ اس حالت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو اس وقت علی گڈھ کالج کی ہے۔ یہ امر دیگر ہے۔ کہ اگر خدا چاہے۔ تو ایک دم میں اسے علیگڈھ کالج سے بھی بڑا بنا دے۔ مگر ہماری ساری طاقتیں اور قوتیں اسی ایک امر میں خرچ ہو جانی ضرور نہیں ہیں۔ ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی۔ جب تک وہ [illegible]

اور کراہت سے پیش آتا ہے۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے۔ محبت کرے۔ اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جاوے۔ ہمدردی نہ کی جاوے۔ اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے خدا تعالےٰ کو یہ منظور نہیں جماعت تب بنتی ہے۔ کہ بعض بعض کی ہمدردی کرے۔ پردہ پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو۔ تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا ہو۔ اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو۔ تو اسکی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ اور اسکو الگ سمجھایا جاتا ہے۔ بھائی کی پردہ پوشی کبھی نہیں چاہتا۔ کہ اس کے لئے اشتہار دے۔ پھر جب خدا تعالےٰ بھائی بناتا ہے۔ تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؟ دنیا کے بھائی اخوت کا طریق نہیں چھوڑتے۔ میں مرزا نظام الدین وغیرہ کو دیکھتا ہوں۔ کہ ان کی اباحت کی زندگی ہے۔ مگر جب کوئی معاملہ ہو۔ تو تینوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ فقیری بھی الگ رہ جاتی ہے۔ بعض وقت انسان جانور بندر یا کتے سے بھی سیکھ لیتا ہے۔ یہ طریق نامبارک ہے۔ کہ اندرونی پھوٹ ہو۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ رضؓ کو بھی یہی طریق نعمت اخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالےٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کریگا۔

خدا تعالےٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں۔ اس نے وعدہ کیا ہے۔ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ۔ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ وہ ایک جماعت قائم کریگا۔ جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی۔ مگر یہ دن جو ابتلا کے دن ہیں۔ اور کمزوری کے ایام ہیں۔ ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا دلآزاری کرنا اور سخت زبانی کرکے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے۔ جسمیں امیر غریب بچے جوان بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں۔ اور عزت کریں۔ اور امیروں کا فرض ہے۔ کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔ کیونکہ وہ بھی بھائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۰

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۴ مارچ ۱۹۳۸ء

نہ بے غیرت بنو۔ اور نہ ظالم۔ بلکہ رحم میں وسعت اختیار کرو

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالےٰ کی جماعتیں یعنی

حزب اللہ اور خدا کا گروہ

جب کبھی دنیا میں قائم ہوتا ہے۔ تو اس کو تمام دنیا سے ایک روحانی جنگ کرنی پڑتی ہے۔ لیکن روحانی جنگ سب سے پہلے انسان کو اپنے نفس سے کرنی ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسا شخص جس کا گھر دشمن کے قبضہ میں ہو۔ وہ باہر جا کر نہیں لڑ سکتا۔ جس کا کوئی ملک ہی نہ ہو۔ اس نے جنگ کیا کرنی ہے۔ اسی طرح جس شخص کے دل پر شیطانی قبضہ ہو۔ اس نے شیطانی مظاہر کا دنیا میں مقابلہ کیا کرنا ہے؟ آخر فوجوں کے رکھنے کے لئے۔ یا ذخیروں کے رکھنے کے لئے۔ یا گولہ بارود رکھنے کے لئے یا اور سامان جنگ رکھنے کے لئے کوئی ملک چاہیئے۔ اس اصل کے ماتحت

روحانی فوج کے لئے بھی ملک کی ضرورت

ہُوا کرتی ہے۔ مگر روحانی فوج کا ملک انسان کا دل ہوتا ہے اور جس شخص کا دل اپنے قبضہ میں نہ ہو۔ وہ روحانی معارف کی فوج کہاں رکھیگا۔ اور اس کے قدم کس جگہ ٹکیں گے۔ تم کہو گے۔ زمین پر؟ مگر

روحانی جنگ

زمین پر نہیں لڑی جاتی۔ بلکہ وہ جنگ دلوں میں کی جاتی ہے۔ اور جو جنگ دلوں اور دماغوں میں کی جاتی ہو۔ وہاں روحانی ہتھیاروں کی ہی ضرورت ہوگی۔ اور وہ روحانی ہتھیار تقویٰ وطہارت اور وہ معارف اور علوم ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دل پر نازل ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا دل۔ اور دماغ اپنا نہیں تو وہ ان چیزوں کو رکھے گا کہاں؟

پس روحانی جماعتوں کو اپنے دل اور اپنے دماغ کی صفائی کی طرف سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس شخص کا دماغ صاف نہیں اس کے افکار صاف نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تدبر کا تعلق فکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس شخص کا دل صاف نہیں۔ اس کا تقویٰ صاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کا تقوےٰ صاف نہیں۔ اسے

خدا تعالےٰ کی نصرت اور تائید

کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ ایک مومن کے لئے اپنے

دل اور دماغ کی صفائی

نہایت ضروری ہوتی ہے۔ انسان کے گہرے جذبات قلوب کی صفائی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور افکار کی صفائی جسے عربی میں تنویر کہتے ہیں۔ دماغ کی صفائی سے حاصل ہوتی ہے۔ تنویر اس بات کو کہتے ہیں۔ کہ انسان کے اندر ایسا نور پیدا ہو جائے کہ اسے ہمیشہ خیال صحیح پیدا ہو۔

روحانی ترقی کے لئے تنویر فکر

ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی ترقی کے لئے تقویٰ وطہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے لوگ عام طور پر غلطی سے نیکی اور تقوےٰ کو ایک چیز سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ نیکی وہ نیک کام ہوتا ہے۔ جو ہم کر چکے ہیں۔ یا آئندہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر تقوےٰ یہ ہے۔ کہ انسان ایسے مقام پر کھڑا ہو جائے۔ کہ اس کے اندر آئندہ جو جذبات بھی پیدا ہوں۔ وہ نیک ہوں۔ تو افکار کے لئے تنویر اور جذبات کے لئے تقوےٰ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ پس یہ

دو چیزیں

ہیں۔ جن کی جماعت کو ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ ہمارے خیالات صحیح ہوں۔ اور ہمارے جذبات پاکیزہ ہوں۔ اور دوسری یہ کہ نہ صرف ہمارے خیالات صحیح ہوں۔ بلکہ ہمارے اندر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے۔ کہ آئندہ جب بھی ہمیں کوئی خیال پیدا ہو۔ وہ صحیح ہو۔ اور نہ صرف

ہمارے جذبات پاکیزہ ہوں

بلکہ ہمارے اندر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے۔ کہ آئندہ جب بھی ہمارے اندر [illegible] جذبات پیدا ہوں۔ وہ پاکیزہ ہوں۔ اول امر کو تنویر کہتے ہیں۔ اور دوسرے امر کو تقوےٰ۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی دماغ کو تنویر عطا کی جاتی ہے۔ اور کسی کے دل میں ایسا مادہ تقوےٰ پیدا کر دیا جاتا ہے۔ کہ باوجود کسی بات کو نہ جاننے کے وہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ شیطان اس موقعہ پر مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ تو جب انسان ایسے مقام پر کھڑا ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکی خود بخود رہنمائی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اس کو ایسی مخفی ہدایت ملتی ہے۔ جسے الہام بھی نہیں کہہ سکتے۔ اور جس کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ الہام سے جدا امر ہے۔ الہام تو ہم اس لئے نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ لفظی الہام نہیں ہوتا۔ اور عدم الہام ہم اس لئے نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ عملی الہام ہوتا ہے۔ اور انسانی قلب پر اللہ تعالیٰ کا نور نازل ہو کر بتا دیتا ہے۔ کہ معاملہ یوں ہے۔

بعض دفعہ جب اس سے بھی واضح رنگ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی بات بتائی جاتی ہے۔ تو اسے کشف کہہ دیتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ بہت سے آدمی جب میرے سامنے آتے ہیں۔ تو ان کے اندر سے مجھے ایسی شعاعیں نکلتی معلوم دیتی ہیں۔ جن سے مجھے پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ ان کے اندر یہ یہ عیب ہے۔ یا یہ یہ خوبی ہے۔ مگر یہ اجازت نہیں ہوتی۔ کہ انہیں اس عیب سے مطلع کیا جائے۔ میں نے اپنے طور پر بھی دیکھا ہے۔ کہ بعض دفعہ جب کوئی شخص مجھ سے ملتا ہے۔ تو اس شخص کے قلب میں سے ایسی شعاعیں نکلتی دکھائی دیتی ہیں جن سے صاف طور پر اس کا

اندرونہ کھل جاتا ہے

اور معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے اندر کوئی کپٹ ہے۔ یا غصہ ہے۔ یا محبت ہے۔

پس ایسا معاملہ میرے ساتھ بھی کئی دفعہ ہُوا ہے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ اور میرے ساتھ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کی یہی سنت ہے۔ کہ جبتک انسان اپنی فطرت کو آپ ظاہر نہیں کر دیتا۔ وہ اسے مجرم قرار نہیں دیتا۔ اس لئے اس سنت کے ماتحت انبیاء اور ان کے اظلال کا بھی یہی طریق ہے۔ کہ وہ اس وقت تک

کسی شخص کے اندرونی عیب کا کسی سے ذکر

نہیں کرتے۔ جب تک وہ اپنے عیب کو آپ ظاہر نہ کر دے۔ خدا تعالےٰ دل کے خیالات پر اس وقت تک گرفت نہیں کرتا۔ جب تک عمل سے ان خیالات کو وہ پورا کرنے کی کوشش نہ کرے یہی حال اس کے مقربین کا بھی ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے کسی بندے کو دوسرے کا عیب بتاتا ہے۔ تو ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیتا ہے۔ کہ اس عیب کو ظاہر نہ کرو۔ کیونکہ اس وقت جب ایک شخص ظاہر میں نیک کہلاتا ہو۔ اسکی ظاہری نیک نامی کو برباد کرنا بھی گناہ ہوتا ہے۔

غرض ہماری جماعت کو دنیا کا روحانی ہتھیاروں سے مقابلہ کرنے کے لئے

اپنے قلوب کی اصلاح کرنی چاہیئے

مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ غصہ اور جوش میں آجاتے ہیں۔ کئی ہیں۔ جو امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ کئی ہیں جو اپنی ذمہ واری کو صحیح رنگ میں ادا نہیں کرتے۔ یہ مثالیں جہاں غیر از جماعت لوگوں پر بُرا اثر ڈالتی ہیں۔ وہاں اپنی جماعت کے بعض لوگ بھی ایسے لوگوں کو دیکھکر عمل میں سست ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ کہ ایک شخص خودکشی کرے تو اسے دیکھ کر سارے لوگ خودکشی کرنے لگ جائیں۔ مگر دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو دوسروں کو جب

نیک اعمال میں سستی

کرتے دیکھتے ہیں۔ تو خود بھی سستی کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو دوسروں کا یہ کام نہیں ہوتا۔ کہ وہ اس گناہ کی نقل کریں۔ بلکہ ان کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اس گناہ کو روکیں۔ اور خود اس سے بچنے کی کوشش کریں۔ تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ کہ جب ڈاکہ یا چوری کی وارداتیں لوگ سنیں۔ تو ڈاکہ اور چوری کو پسند کرنے لگ جائیں۔ پھر اگر ڈاکہ اور چوری جو تمدنی گناہ ہیں۔ انہیں دیکھ کر ڈاکہ اور چوری سے نفرت ہی پیدا ہوتی ہے۔ ان کی طرف رغبت پیدا نہیں ہوتی۔ تو جو

اخلاقی اور مذہبی گناہ

ہیں۔ انہیں دیکھکر بھی نفرت ہی پیدا ہونی چاہیئے۔ اگر ایک ڈاکہ کی واردات سنکر سارے زمیندار یہ کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ فلاں نے بہت بُرا کیا۔ تو کسی کے متعلق یہ سُنکر کہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ ایک شخص کے دل پر یہ اثر کہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ معمولی بات ہے۔ آئندہ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ محض حماقت اور نادانی ہے۔ پس بُری مثالوں سے اپنی قوت عمل کو کمزور نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ اور

نہ بُری باتوں کی تشہیر کرنی چاہیئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ اس طرح بدی دنیا میں کثرت سے پھیل جاتی ہے۔ یہی امر خدا تعالےٰ نے سورۃ نور میں ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون میں فرمایا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ بری باتوں کا مجالس میں تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے ورنہ لوگ عام طور پر ان باتوں میں مبتلا ہو جائیں گے غرض جب اشاعت فحش ہو۔ اور بدی کا ذکر عام طور پر لوگوں کی زبان پر ہو۔ تو وہ بدی قوم میں پھیل جاتی ہے۔ اسی لئے ہماری شریعت نے

عیوب کا عام تذکرہ

ممنوع قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ جو اولی الامر ہیں۔ ان تک بات پہنچا دو۔ اور خود خاموش رہو۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور ہر شخص کو یہ اجازت ہو۔ کہ وہ دوسرے کا جو عیب بھی سنے اسے بیان کرتا پھرے۔ تو اس کے نتیجہ میں قلوب میں سے بدی کا احساس مٹ جاتا ہے۔ اور برائی پر دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اسلام نے بدی کی اس جڑ کو مٹایا اور حکم دیا۔ کہ تمہیں جب کوئی برائی معلوم ہو۔ تو اولی الامر کے پاس معاملہ پہنچاؤ۔ جو سزا دینے کا بھی اختیار رکھتے ہیں۔ اور تربیت نفوس اور اصلاحِ قلوب کے لئے اور تدابیر بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ اس طرح بدی کی تشہیر نہیں ہو گی۔ قوم کا کیرکٹر محفوظ رہے گا۔ اور لوگوں کی اصلاح بھی ہو جائیگی۔

پس یاد رکھو۔ کہ

نیکی کی تشہیر اور بدی کا اخفا

یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ قومیں اس سے بنتی اور قومیں اس سے بگڑتی ہیں۔ جتنا تم اس بات کا زیادہ ذکر کرو گے۔ کہ فلاں اتنی قربانی کرتا ہے۔ فلاں اس طرح نمازیں پڑھتا ہے۔ فلاں اس اہتمام سے روزے رکھتا ہے۔ اتنا ہی لوگوں کے دلوں میں دین کے لئے قربانی کرنے اور نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کی خواہش پیدا ہو گی۔ اور جتنی تم اس بات کو شہرت دو گے۔ کہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ خیانت کرتے ہیں۔ وہ چوری کرتے ہیں۔ وہ ظلم کرتے ہیں۔ اتنا ہی لوگوں کو ان بدیوں کی طرف رغبت پیدا ہو گی۔ اسی لئے قرآن کریم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے۔ کہ جب تم کسی کی نیکی دیکھو۔ تو اسے خوب پھیلاؤ۔ اور جب کسی کی بدی دیکھو۔ تو اس پر پردہ ڈالو۔ اور اس کے ذکر سے اپنے آپ کو روکو۔ اگر اس ذکر سے اپنے آپ کو نہیں روکا جائے گا۔ تو متعدی امراض کی طرح وہ بدی قوم کے دوسرے افراد میں سرایت کرے گی۔ اور خود اس کا خاندان تو لازماً اس میں مبتلا ہو گا۔

تو بدیوں میں لوگوں کی نقل نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ نیکیوں میں لوگوں کی نقل کرنی چاہیئے۔ اور ضمنی طور پر میں نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ نیکیوں کی تشہیر ضروری ہوتی ہے۔ اور بدیوں کا چھپانا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھو باوجود اس بات کے کہ ریار سے اللہ تعالےٰ نے منع کیا ہے۔ پھر بھی اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ اما بنعمۃ ربک فحدث۔ یعنی ریار تو منع ہے۔ لیکن اگر بر سبیل تذکرہ بغیر اس کے کہ فخر ہو۔ یا خیلا اور تکبر ہو۔ اگر کبھی تم

اپنی نیکیوں کا ذکر

کر دیا کرو۔ تو یہ اور لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور ایسا کرنا پسندیدہ امر ہے

پس ہماری جماعت کو

نیکیوں میں بڑھنے کی کوشش

کرنی چاہیئے۔ دشمن اگر گندے حملے کرتا ہے۔ تو کرے۔ تمہیں اس کے مقابلہ میں گندے حملے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر تم بھی ویسا ہی گندہ حملہ کر دو۔ تو یہ ویسی ہی مثال ہو گی۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ کسی بے وقوف کا کٹورہ کوئی نمبردار مانگ کر لے گیا۔ پھر شاید وہ بھول گیا۔ حتےٰ کہ کئی دن گزر گئے۔ ایک دن وہ بے وقوف اس کے گھر چلا گیا۔ اور دیکھا کہ وہ اس کے کٹورے میں ساگ کھا رہا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ نمبردار یہ کیسی بری بات ہے۔ کہ تم مجھ سے کٹورہ مانگ کر لائے۔ اور چار پانچ مہینے ہو گئے۔ مگر تم نے اب تک واپس نہیں کیا۔ پھر وہ اپنے آپ کو گالی دے کر کہنے لگا۔ تم تو ساگ کھا رہے ہو۔ میں بھی اگر تمہارے کٹورہ میں نجاست ڈال کر نہ کھاؤں۔ تو مجھے ایسا ویسا سمجھنا۔

اب کوئی اس سے پوچھے۔ کہ اگر تم نجاست ڈال کر کھاؤ گے۔ تو تم ہی نقصان اٹھاؤ گے۔ اس کا کیا ہو گا۔ تو بدی کے مقابلہ میں بدی کا استعمال کسی صورت میں جائز نہیں۔ دشمن ہر قسم کی شرارتیں کر رہا ہے۔ اور کرے گا۔ مگر تمہیں جہاں تک ہو سکے اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیئے۔ اور نیکیوں میں بڑھتے چلے جانا چاہیئے۔ آخر وہ گند جو ہمارا دشمن اچھال رہا ہے۔ ہم وہ گند اچھال کس طرح سکتے ہیں۔ جب تک ہم بھی اسی کی طرح سچ کو نہ چھوڑ دیں۔ اور اگر ہم اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سچ کو چھوڑ دیں۔ اور جھوٹ کو اختیار کر لیں۔ تو پھر تو وہی جیتا۔ اور ہم ہارے۔

یہی طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی دشمنوں کا تھا۔ اور یہی طریق پہلے انبیار کے زمانہ میں مخالفین نے اختیار کیا۔ یہ تو منہاجِ نبوت ہے۔ اور ناممکن ہے۔ کہ دشمن

جھوٹ اور فریب سے کام

نہ لے۔ ابھی پچھلے ایام میں لاہور کے کالجوں کے جو طالب علم آئے تھے۔ ان کے سامنے میں نے ایک تقریر کرتے ہوئے انہیں بتایا تھا۔ کہ میرے خلاف ایک درخواست شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی طرف سے عدالت میں اس مضمون کی دی گئی تھی۔ کہ میں نے اپنے ایک خطبہ میں جماعت کے دوستوں کو کہا ہے۔ کہ اپنے دشمنوں کو قتل کرو۔ حالانکہ بات کیا تھی؟ بات صرف اتنی تھی۔ کہ انہوں نے میرے اس خطبہ میں سے ایک فقرہ کہیں سے لے لیا۔ اور دوسرا کہیں سے مثلاً ایک فقرہ اگر میں نے ایک جگہ کہا ہے۔ تو اس کو لے لیا۔ پھر دو چار کالم چھوڑ کر ایک اور فقرہ لے لیا۔ اور ان دونوں کو ملا کر ایک نتیجہ قائم کر لیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ جماعت کو قتل کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔ حالانکہ اصل مضمون اس کے بالکل الٹ تھا۔ مثلاً میں نے جو کچھ خطبہ جمعہ میں کہا۔ اور آپ لوگوں میں سے اکثر نے سنا۔ وہ یہ تھا۔ کہ دنیا میں لوگ دو طریق سے کامیاب ہؤا کرتے ہیں۔ یا تو وہ دوسروں کو مار کر ان پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے قومیں ایک دوسرے سے لڑائیاں کرتی اور مدمقابل کو زک پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور یا وہ ماریں کھاتے اور خاموش رہتے ہیں۔ اور اس طرح ان کی مظلومیت ایک دن رنگ لاتی۔ اور انہیں اپنے مقاصد میں کامیاب کر کے دکھا دیتی ہے۔ پھر میں نے بتایا کہ گو دنیوی طریق یہی ہے۔ کہ دوسروں کو مار کر ان پر غالب آنے کی کوشش کی جائے۔ مگر نبیوں کا طریق جو قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جو انبیار کی جماعتوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ ماریں کھائیں اور خاموش رہیں۔ گالیاں سنیں اور دم نہ ماریں۔ اب یہ جو میں نے کہا تھا۔ کہ نبیوں کی جماعتوں والا طریق یہ ہے۔ کہ تم ماریں کھاؤ۔ اور خاموش رہو۔ اس کو تو انہوں نے حذف کر دیا۔ اور میرے اس فقرہ کو لے لیا۔ کہ کامیابی دشمن کو مار کر حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ میں نے وہاں صاف طور پر بتا دیا تھا۔ کہ یہ دنیوی طریق ہے۔ انبیار کا طریق نہیں ہے۔ مگر چونکہ تمام فقرات اگر وہ نقل کر دیتے۔ تو ان کا دعوےٰ خود ہی باطل ہو جاتا۔ اس لئے انہوں نے کوئی فقرہ کہیں سے لے لیا۔ اور کوئی کہیں سے۔ اور اس کا ایک مفہوم نکال کر کہہ دیا۔ کہ اس میں اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔ یہ ویسی ہی بات ہے۔ جیسے ہم دورانِ گفتگو میں اگر یہ کہیں کہ فلاں چور یہ کہتا ہے۔ کہ چوری کرو۔ تو دوسرا اس فقرہ کے ابتدائی حصہ کو جس میں چور کی طرف بات منسوب کی گئی ہے۔ حذف کر کے کہنا شروع کر دے کہ یہ لوگوں کو کہتے پھرتے ہیں۔ کہ چوری کرو۔ اور اس امر کو چھپا ڈالے۔ کہ چور کا قول نقل کیا گیا تھا۔ نہ کہ اپنی طرف سے بات کہی تھی۔

اسی طرح

اپنے خطبہ میں وہ جو میں نے کہا تھا

کہ بعض شریر اور مفسد لوگ محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف جیسا کہ اسے میں سمجھتا ہوں۔ چاہتے ہیں۔ کہ تشدد اور سختی سے دشمن کا مقابلہ کریں۔ وہ خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ انبیار کی جماعتیں اسی صورت میں کامیاب ہؤا کرتی ہیں۔ جب وہ وہی طریق اختیار کریں۔ جو خدا نے ان کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور جو یہ ہے کہ وہ ماریں کھائیں۔ اور چپ رہیں۔ اس قسم کے تمام فقرات انہوں نے کاٹ دیئے۔ اور دوسرے نامکمل فقرے لیکر شور مچا دیا۔ کہ انہوں نے ہمارے متعلق اپنی جماعت کو کہا ہے۔ کہ انہیں مارو۔ اسی طرح اس خطبہ میں بھی میرا ایک فقرہ ہے۔ اور کئی دوسرے خطبات میں بھی وہ فقرہ آتا ہے۔ کہ دیکھو تم میں سے کئی ہیں۔ جو معمولی باتوں پر اظہار غضب کرتے ہیں۔ میں کس طرح مان لوں۔ کہ وہ غیرتمند ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں۔ تو دوسروں کو کیوں جوش دلاتے ہیں۔ خود انہیں کوئی غیرت نہیں آتی۔ اور وہ اسلام پر اپنی آنکھوں سے دشمن کی طرف سے حملے ہوتے دیکھتے ہیں۔ اور گھروں میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ اب اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ جاؤ اور دشمن سے لڑو۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ تم جماعت میں جوش پیدا کرتے ہو۔ اور کہتے ہو۔ کہ ہم اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ یہ جھوٹ ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو دوسروں کو جوش نہ دلاتے۔ خود اپنے عقیدہ کے مطابق لوگوں سے لڑتے۔ مگر انہوں نے اس فقرہ کا بھی یہ مفہوم لے لیا۔ کہ گویا میں نے لوگوں سے یہ کہا ہے۔ کہ تم لڑتے کیوں نہیں۔ اور بے غیرت بن کر کیوں بیٹھے ہو۔ غرض کوئی فقرہ اس کالم سے اور کوئی اس کالم سے کوئی اس صفحہ سے اور کوئی دو چار صفحے چھوڑ کر اگلے صفحہ سے انہوں نے لے لیا۔ اور اس طرح لا تقربوا الصلوٰۃ والے فقرہ کی طرح انہوں نے بھی ایک مضمون تیار کر لیا۔ حالانکہ بعض جگہ میں نے اپنی بات نہیں بیان کی۔ بلکہ دنیا کا عام طریق یا

دشمن کا مقولہ

بیان کیا ہے۔ اسی طرح جن باتوں کی میں نے اس میں تردید کی ہے۔ اور جنہیں اپنی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعلیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے خلاف بتایا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ جوان کو نہیں چھوڑتا۔ وہ قرآن کریم اور اسلام کی نافرمانی کرتا ہے۔ انہی باتوں کو انہوں نے میری طرف منسوب کر دیا۔ اور جن فقرات میں یہ باتیں دوسروں کی طرف بتائی گئی تھیں انہیں اڑا دیا۔

اب اس کے مقابلہ میں اگر تم بھی کہو۔ کہ ہم بھی یہی طریق اختیار کریں گے۔ اور ہم بھی اسی طرح انہیں بدنام کریں گے۔ تو بتاؤ۔ اس کا فائدہ کیا ہوا۔ اور پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ تم جیتے۔ جبکہ واقعہ یہ ہوگا۔ کہ تمہارا دشمن جیت گیا ہوگا۔ کیونکہ شیطان کی تو غرض ہی یہی ہے۔ کہ وہ تمہیں سچائی سے منحرف کرکے جھوٹ کے راستہ پر ڈال دے۔ پس اگر تم اسی کا تتبع کرکے جھوٹ کو اختیار کر لو۔ تو بہرحال فتح تمہاری نہ ہوئی۔ بلکہ تمہارے دشمن کی ہوئی تمہارا کام تو یہ ہے۔ کہ تم

اپنے مقام پر مضبوطی سے کھڑے رہو

اور دشمن کے مقابلہ میں بھی جھوٹ اور فریب سے کام نہ لو۔ دشمن اگر ان ہتھیاروں کو استعمال کرتا ہے۔ تو بے شک کرے۔ کیونکہ جب کسی انسان کا دل تقوے سے خالی ہو جاتا ہے۔ اور بغض اس کی بصیرت کے آگے دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ تو وہ عداوت اور دشمنی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آج ہی میرے پاس ایک شکایت پہنچی ہے۔ کہ مصری صاحب کے بعض ساتھی ایک جگہ کھڑے تھے۔ کہ انہوں نے میری تصویر لے کر اس کی ایک آنکھ چاقو سے چھید دی۔ اور اس کے نیچے

رنجیت سنگھ کانا

لکھ دیا۔ اور ایسی جگہ پھینک دیا۔ جہاں سے احمدی اسے اٹھا لیں۔ یہ شکایت پہنچانے والے دوستوں نے لکھا ہے۔ کہ ہمیں یہ دیکھ کر سخت غصہ اور جوش آیا۔ حالانکہ اس میں جوش کی کونسی بات تھی۔ دشمن جب عداوت میں اندھا ہو جاتا ہے۔ تو وہ اسی قسم کے ہتھیاروں پر اترا کرتا ہے۔ پھر ہمارے لئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمارے بزرگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر پر ایک دفعہ "زمیندار" نے لوگوں میں جوش پیدا کرکے جوتیاں مروائی تھیں۔ کچھ دن پہلے انہوں نے اس قسم کے مضمون لکھے۔ کہ لوگوں میں اشتعال پیدا ہو۔

پھر زمیندار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر اپنے اخبار میں شائع کر دی۔ اور اس پر کئی طرح عوام اور جہلاء نے تصویر کی ہتک کی چنانچہ انارکلی لاہور میں عین سڑک کے درمیان ایک شخص نے تصویر چسپاں کر دی۔ تاکہ لوگوں کے پاؤں اس پر پڑیں۔ مگر کیا تم سمجھتے ہو۔ اس کے مقابلہ میں ہمیں بھی یہی چاہیئے۔ کہ ہم ان کے باپ دادا کی تصویریں لے کر اسے خراب کریں۔ اور اگر ہم بھی ایسا ہی کریں۔ تو اس کا سوائے اس کے اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ بدی اور گند دنیا میں پھیلے۔

پس ان باتوں کی کبھی پروا نہ کرو۔ اور نہ ان باتوں سے جوش اور اشتعال میں آؤ۔ یہ دشمن کے پرانے ہتھیار ہیں۔ اور ہمیشہ انبیاء کی جماعتوں کے مقابلہ میں اس قسم کے ہتھیار وہ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔

میں جب خطبہ پڑھتا ہوں۔ تو

گلے کی خرابی کی وجہ سے

بعض دفعہ منہ میں دوا کی گولی رکھ لیتا ہوں۔ یا بعض دفعہ پان کی گلوری منہ میں رکھ لیتا ہوں۔ چنانچہ پچھلے جمعہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ اس پر ایک مصری صاحب کے چیلے نے ناظر امور عامہ کو گمنام چٹھی لکھدی۔ اور لکھا۔ کہ اچھے خلیفۃ المسیح ہیں۔ ادھر خطبہ پڑھتے ہیں۔ ادھر جگالی کرتے چلے جاتے ہیں اب اس نے اس کا نام اگر جگالی رکھ دیا۔ تو میرا کیا بگڑا۔ اسی کی زبان خراب ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں

ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ آپ نے اسے تبلیغ کرنی شروع کی۔ تو باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا۔ قرآن میں یوں آتا ہے۔ پنجابی لہجہ میں چونکہ ق اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتا۔ اور عام طور پر لوگ قرآن کہتے ہوئے قاریوں کی طرح ق کی آواز گلے سے نہیں نکالتے۔ بلکہ ایسی آواز ہوتی ہے۔ جو ق اور ک کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ آپ نے بھی قرآن کا لفظ اس وقت معمولی طور پر ادا کر دیا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا۔ بڑے نبی بنے پھرتے ہیں۔ قرآن کا لفظ تو کہنا آتا نہیں۔ اسکی تفسیر آپ نے کیا کرنی ہے۔ جونہی اس نے یہ فقرہ کہا۔ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید جو اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معاً ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسری طرف مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم بیٹھے تھے۔ دوسرا ہاتھ انہوں نے پکڑ لیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر اسے تبلیغ کرنی شروع کر دی پھر آپ نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کے پاس یہی ہتھیار ہیں۔ اگر ان ہتھیاروں سے بھی یہ کام نہ لیں۔ تو بتلائیں۔ اور کیا کریں۔ اگر آپ یہی امید رکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی دلائل سے بات کریں۔ اور صداقت کی باتیں ان کے منہ سے نکلیں۔ تو پھر اللہ تعالے کو مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مجھے بھیجنا ہی بتا رہا ہے۔ کہ ان لوگوں کے پاس صداقت نہیں رہی۔ یہی اوچھے ہتھیار ان کے پاس ہیں۔ اور آپ چاہتے ہیں۔ کہ یہ ان ہتھیاروں کو بھی استعمال نہ کریں۔

پھر دشمنانِ احمدیت کے ایسے ایسے

گندے خطوط

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پڑھے ہیں۔ کہ انہیں پڑھ کر جسم کا خون کھولنے لگتا تھا۔ اور پھر یہ خطوط اتنی کثرت سے آپ کو پہنچتے۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ اتنی کثرت سے میرے نام بھی نہیں آتے۔ میری طرف سال میں صرف چار پانچ خطوط ایسے آتے ہیں۔ علاوہ ان کے جو بیرنگ آتے ہیں۔ وہ واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہر ہفتہ میں دو تین خط ایسے ضرور پہنچ جاتے تھے۔ اور وہ اتنے گندے اور گالیوں سے پر ہوا کرتے تھے۔ کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا۔ میں نے اتفاقاً ان خطوں کو ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا۔ تو ابھی ایک دو خط ہی پڑھے تھے۔ کہ میرے جسم کا خون کھولنے لگ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا۔ تو آپ فوراً تشریف لائے۔ اور آپ نے خطوط کا وہ تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور فرمایا۔ انہیں مت پڑھو۔ اس قسم کے خطوط کے کئی تھیلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ لکڑی کا ایک بکس تھا۔ جس میں آپ یہ تمام خطوط رکھتے چلے جاتے۔ کئی دفعہ آپ نے یہ خطوط جلائے بھی۔ مگر پھر بہت سے جمع ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی تھیلوں کے متعلق اپنی کتب میں لکھا ہے۔ کہ میرے پاس دشمنوں کی گالیوں کے کئی تھیلے جمع ہیں۔ پھر صرف ان میں گالیاں نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ واقعات کے طور پر جھوٹے اتہامات اور ناجائز تعلقات کا ذکر ہوتا تھا۔

پس ایسی باتوں سے گھبرانا بہت نادانی کی بات ہے۔ یہ باتیں تو ہمارے تقویٰ کو مکمل کرنے کے لئے ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں ناراضگی اور جوش کی کونسی بات ہے۔ آخر برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے۔ وہی اس میں سے ٹپکتا ہے۔ دشمن کے دل میں چونکہ گند ہے۔ اس لئے گند ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم

نیکی و تقوے پر زیادہ سے زیادہ قائم

ہوتے چلے جائیں۔ اور اپنے اخلاق کو درست رکھیں۔ اگر دشمن کسی مجلس میں ہنسی اور تمسخر سے پیش آتا ہے۔ تو تم اس مجلس سے اٹھ کر چلے آؤ۔ یہی خدا کا حکم ہے۔ جو اس نے ہمیں دیا۔ مگر بیہودہ غصہ اور ناواجب غضب کا اظہار بے وقوفی ہے۔ اگر اس وقت جبکہ تم کمزور ہو۔ اور تمہاری مثال دنیا کے مقابلہ میں بتیس دانتوں میں زبان کی سی ہے۔ مخالفین کی حرکات پر تمہیں غصہ آتا ہے۔ اور تم اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ تو یاد رکھو جب ہمیں بادشاہت حاصل ہوگی۔ اس وقت ہمارے آدمی دشمنوں پر سخت ظلم کرنے والے ہوں گے۔

پس آج ہی

اپنے نفوس کو ایسا مارو

ایسا مارو۔ کہ جب اللہ تعالے تمہیں یا تمہاری اولادوں کو بادشاہت دے۔ تو تم ظلم کرنے والے نہ بنو۔ اور تمہارے اخلاق اسلامی منہاج پر سدھر چکے ہوں۔ اگر آج تم صبر سے بھی کام لیتے ہو۔ تو دنیا کی نگاہ میں یہ کوئی خوبی نہیں ....

.... کیونکہ کمزوری کے وقت ظلم کو برداشت کر لینا کوئی کمال نہیں ہوتا۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت مسیح ناصری سے مقابلہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی دلیل پیش کی ہے۔ کہ مسیح ناصری کا حلم اپنے اندر کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جبکہ انہیں سختی کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ اور ان کی نیکی اپنے اندر کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جبکہ بدی کے مواقع ہی انہیں پیش نہیں آئے۔ ایک عنین اگر یہ کہے۔ کہ میں بڑا عفیف ہوں۔ ایک اندھا اگر یہ کہے۔ کہ میں نے کبھی بدنظری نہیں کی۔ ایک بہرا اگر یہ کہے۔ کہ میں نے کبھی غیبت نہیں سُنی۔ تو یہ کوئی خوبی اور کمال نہیں۔ خوبی اور کمال یہ ہے۔ کہ انسان مخالف حالات میں سے گذرے اور پھر اپنے زہد و اتقاء کا شاندار نمونہ دکھائے۔ پس ہمارا آج کل کے زمانہ میں جبکہ ہم کمزور ہیں۔ اور ہمیں کوئی طاقت حاصل نہیں مظلوم ہونا اور تمام مظالم کو برداشت کرتے چلے جانا دنیا کی نگاہ میں کوئی خوبی نہیں۔ گو خدا کی نگاہ میں ہے۔ کیونکہ جب ہم اسی کی رضا کے لئے اپنے نفسوں کو مارتے اور جذبات کو دباتے ہیں۔ تو یقیناً اسکی نظر میں مقبول ہیں۔ مگر دنیا اس امر کو نہیں سمجھتی۔ وہ خیال کرتی ہے۔ کہ چونکہ اس وقت یہ کمزور ہیں۔ اس لئے مظالم برداشت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جیسے ہر کمزور طاقتور کے مقابلہ میں جھکا رہتا ہے۔ پس چونکہ دنیا ہمارے صبر کو کمزوری اور ہمارے عفو کو ضعف پر محمول کرتی ہے۔ اس لئے اس کا جواب یہی ہے۔ کہ

جب خدا ہماری جماعت کو طاقت دے

تو اس وقت بھی وہ عدل اور انصاف کے دامن کو نہ چھوڑے۔ اور اپنے ہاتھ کو ظلم سے روکے۔ اور اگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طرح اپنے عمل سے بتا دے۔ کہ کمزوری اور طاقت ہر دو حالتوں میں محض خدا کے لئے اس نے ہر کام کیا۔ پس دشمنوں کے حملوں سے مت گھبراؤ۔ اور وسکی ناجائز تدابیر سے کبھی جوش میں نہ آؤ۔ ایک چیونٹی کو بھی مارنے لگو۔ تو وہ انسان کو کاٹتی ہے۔ پھر وہ تو انسان ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ کہ تم ان کے عقائد کو باطل کر رہے۔ ان کی جمعیت کو ایک ایک کر کے اپنے ساتھ ملا رہے۔ اور ان کو ان کے ہر حملہ میں ناکام و نامراد کر رہے ہو۔ اور وہ پھر بھی جوش میں نہ آئیں۔ اور گالیوں کے رنگ میں اپنے دل کا بخار نہ نکالیں۔ انہیں صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ

خدا تعالےٰ کی نصرت اور تائید

ہماری جماعت کو حاصل ہے۔ انہیں اپنی آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے۔ کہ آسمان سے فرشتے ہماری تائید کے لئے اتر رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ وہ گھٹتے جا رہے ہیں۔ اور ہم بڑھتے جا رہے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود وہ جوش میں نہ آئیں۔ تو کیا کریں۔ ان کے پاس صداقت تو ہے نہیں۔ پس وہ گالیاں دیتے اور تہذیب سے گرے ہوئے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہی چیزیں ان کے پاس ہیں۔ مگر تم چاہتے ہو۔ وہ شکست بھی کھاتے جائیں۔ اور بولیں بھی نہ۔ پس تم ان کو اپنا غصہ نکالنے دو۔ اور اپنے اندر نیکی پیدا کرو۔ اور تقویٰ کی بھٹی میں اپنی تمام اندرونی آلائشوں کو جلا دو۔ تا آئندہ آنے والی نسلوں اور نئے احمدیوں پر تمہاری نیکی کا اثر ہو۔ چاہیئے۔ کہ تمہاری زبانیں

کلماتِ محبت

سے تر ہوں۔ اور دشمن کی خیر خواہی بھی تمہارے دلوں میں مرکوز ہو۔ ہاں اس حد تک جو کم سے کم حد ہو۔ تمہیں احتیاط بھی رکھنی چاہیئے۔ مثلاً وہ لوگ جو منافقت کا نقاب اپنے چہروں پر اوڑھے رہیں۔ اور جماعت کے اندر رہ کر جماعت کی بربادی کی کوشش کریں۔ ان کی سازش کے ظاہر ہونے پر ضروری ہے۔ کہ ان سے بول چال ممنوع قرار دی جائے۔ اگر کوئی سازش نہ کرے۔ اور جماعت میں شامل رہ کر جماعت کے نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ تو اس سے بول چال ممنوع نہیں کی جاتی۔ یہ صرف ایسے شخص کو ہی سزا دی جاتی ہے۔ جو

منافقانہ رنگ

اختیار کرتا ہے۔ کئی نادان ہیں جو کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساری عمر میں ایک دفعہ بعض لوگوں کو یہ سزا دی تھی۔ مگر تم تو ہمیشہ یہ سزا دیتے ہو۔ ان نادانوں کو

یہ معلوم نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بادشاہت دی ہوئی تھی۔ اور آپ اس سزا کے علاوہ اور سزائیں دینے کی بھی طاقت رکھتے تھے۔ مگر ہمارے پاس یہی ایک سزا ہے۔ اگر ہم یہ سزا بھی نہ دیں۔ تو اور کیا دیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو مجرموں کو کوڑے لگانے کا حکم بھی دے دیتے تھے۔ آپ کے حکم سے سنگساری بھی کی گئی ہے۔ آپ نے بعض لوگوں کو ملک سے جلاوطن بھی کیا ہے۔ اور پھر ایک وقت میں آپ نے یہ بھی حکم دے دیا۔ کہ فلاں فلاں شخص سے کوئی بات نہ کرے۔ پس جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور سزائیں دینے کا حق حاصل تھا۔ تو جہاں آپ نے اور سزائیں دیں وہاں ایک دفعہ یہ سزا بھی دے دی۔ مگر کیا ہم میں یہ طاقت ہے۔ کہ ہم

مجرموں کو شرعی سزا

دیں۔ جب نہیں۔ تو ہمارے پاس صرف ایک سزا کا اختیار باقی رہا۔ اور وہ یہ کہ ہم بولنا چالنا منع کر دیں۔ اگر اس سزا کو بھی ہم ترک کر دیں تو اور کونسی سزا دیں۔ پس یہ سزا دینے پر ہم مجبور ہیں۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو عمر بھر میں ایک دفعہ یہ سزا دی تھی۔ اور ہماری طرف سے متعدد مرتبہ دی گئی ہے۔ پھر یہ سزا جو ہماری طرف سے دی جاتی ہے۔ اسکی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ دوسرے کا اندرونہ ظاہر ہو جائے۔ اگر تو اس کے

دل میں سلسلہ کی محبت

ہوتی ہے۔ اور وہ جماعت سے جدائی اپنی روح کے لئے ہلاکت کا باعث سمجھتا ہے۔ تو جلد ہی اسے ہوش آ جاتا ہے۔ اور وہ توبہ کر لیتا ہے۔ اور اگر اس کے دل میں بدی ہوتی ہے۔ تو وہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور پھر اسے محسوس تک نہیں ہوتا۔ کہ میں کن لوگوں سے کٹ کر کن لوگوں سے جا ملا۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض زمیندار جوان پڑھ ہوتے ہیں۔ ان میں سے اگر بعض کو کسی غلطی پر ایسی سزا دی جاتی ہے۔ تو سال بھر وہ روتے ہوئے گذار دیتے ہیں۔ اور انہیں فوراً نظر آ جاتا ہے۔ کہ جماعت کے پاک لوگوں سے الگ ہو کر انہیں کس قسم کے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا پڑ گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب

تین صحابہ کی ایک غلطی

کی وجہ سے یہ حکم دیا۔ کہ کوئی ان سے گفتگو نہ کرے تو ان میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ جب سزا کے آخری ایام تھے۔ تو ان دنوں ایک بادشاہ کی طرف سے مجھے خط ملا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ ہم نے

سنا ہے۔ تمہارے آقا نے تمہیں سخت سزا دی ہے۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہم ہر طرح تمہاری خاطر و مدارات کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے یہ خط دیکھتے ہی کہا۔ کہ صحبت صالح سے تو میں پہلے ہی محروم تھا۔ اب صحبت طالح میسر آنے لگی ہے۔ اور یہ میرے لئے ایک امتحان کا وقت ہے۔ چنانچہ میں وہ خط لئے ایک بھٹی کے پاس گیا۔ جس میں آگ جل رہی تھی۔ اور جاتے ہی وہ خط اس میں جھونک دیا۔ اور چٹھی دینے والے سے کہا۔ کہ اپنے بادشاہ سے کہدینا۔ کہ تمہارے خط کا یہ جواب ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ان کا یہ فعل ایسا پسند آیا۔ کہ چند دنوں کے بعد ہی اس نے انہیں معاف کر دیا۔ تو نیک آدمی فوراً سمجھ جاتا ہے۔ کہ میں کن لوگوں سے الگ ہوا ہوں۔ اور اب کونسے لوگ میرے اردگرد ہیں مگر جس کے اندر بدی ہوتی ہے۔ اسے بُروں کی صحبت میں ہی لذت آنی شروع ہو جاتی ہے چنانچہ دیکھ لو

مصری صاحب کے دل میں

اگر واقعہ میں سلسلہ کی محبت ہوتی۔ اور احمدیت سے اخلاص رکھتے۔ تو تھوڑے دنوں میں ہی وہ سمجھ جاتے۔ کہ ایک پاک جماعت سے الگ ہو کر میں کس قماش کے انسانوں سے آملا ہوں۔ وہ اپنے آپ کو مصلح کہتے ہیں۔ مگر کیا مصلحین کا بدوں سے تعلق ہوتا ہے۔ یا نیکوں سے۔ پھر کیوں ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ اگر وہ نیک تھے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ نیکوں سے ان کا تعلق ہوتا نہ کہ بدوں اور آوارہ منش لوگوں سے۔ مگر ان کی حالت یہ ہے۔ کہ وہ لبا اوقات سلسلہ کے دشمنوں اور آوارہ منش لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایسے خوش ہوتے ہیں۔ کہ گویا خدا کی خاص تائید انہیں حاصل ہے۔ اور اس بات پر فخر کرتے ہیں۔ کہ انہیں ایسے لوگوں کی صحبت حاصل ہوئی۔ صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ ان کے دل میں احمدیت سے محبت نہیں۔ ورنہ ایسے لوگوں کو اپنے اردگرد دیکھ کر چاہیئے تھا۔ کہ وہ روتے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور تضرع اور زاری کرتے۔ اور کہتے خدایا تو نے کہاں سے نکال کر مجھے کہاں ڈال دیا۔ مگر وہ اس کا نام تائید الٰہی اور نصرت ایزدی رکھتے ہیں۔ اور اس امر کو بھول جاتے ہیں۔ کہ اگر یہی تائید ایزدی ہے۔ تو یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔

پس اگر وہ سوچتے۔ تو یہی نشان ان کے لئے کافی تھا۔ اور اس سے وہ اگر چاہتے۔ تو فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ غرض

یہ سزائیں

جو بعض لوگوں کو دی جاتی ہیں۔ یہ مجبوراً دی جاتی ہیں۔ اور محدود طور پر دی جاتی ہیں۔ اور ہم سے اگر ہو سکے۔ تو ہم تو چاہتے ہیں۔ ان سزاؤں کو بالکل ہی مٹا دیں۔ اور میں کئی دفعہ خود مصری صاحب کے بارہ میں ہی غور کر چکا ہوں۔ کہ کیا کوئی ایسا طریق ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی نظر میں ہی فتنہ و فساد کا مجرم بننے کے بغیر اس سزا کو ہی ان سے دور کر دوں۔ لیکن اب تک ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مگر میں نے دیکھا ہے ہمارے دوست یہ امر سوچتے رہتے ہیں۔ کہ کس طرح ان سزاؤں کو بڑھا دیں۔

یہ امر اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ جس طرح بے غیرتی ایک گناہ ہے۔ اور اس کا مرتکب خدا تعالےٰ کی ناراضگی کا مورد بنتا ہے۔ اسی طرح

ظلم بھی ایک گناہ ہے

اور اس کا مرتکب بھی خدا تعالےٰ کے حضور اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ مگر تم میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ غیرت کا مادہ اپنے اندر نہیں رکھتے۔ بٹالہ جائیں۔ اور مصری صاحب یا ان کے ساتھی انہیں مل جائیں۔ تو بڑے تپاک سے السلام علیکم کہیں گے۔ اور جب قادیان آئیں گے اور ان کے سامنے کوئی ان کا نام لے دیگا۔ تو کہیں گے توبہ توبہ ایسے آدمی کا نام ہمارے پاس کیوں لیتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ ہمیں ایسی رپورٹیں نہیں پہنچتیں۔ رپورٹیں پہنچتی ہیں۔ مگر ہم بغیر کسی کارروائی کے رکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ فعل بے ایمانی کی وجہ سے نہیں بلکہ حماقت یا بزدلی کی وجہ سے ہے پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم بے غیرت مت بنو۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تم ظالم بھی مت بنو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ایک گڑھے سے نکلو۔ اور دوسرے گڑھے میں گر جاؤ۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے۔ کہ ہم فتنہ کو روکیں۔ کسی کی ذات کو نقصان پہنچانا اور اسے برا بھلا کہنا نہ پہلے ہمارے مدِ نظر رہا ہے۔ نہ اب ہے۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ دل دکھانا اور دشمن کے متعلق سخت الفاظ کا استعمال کرنا مومن کا کام نہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء

سخت الفاظ کا استعمال

کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھو۔ اللہ تعالےٰ کے انبیاء مجسٹریٹ ہوتے ہیں۔ اور مجسٹریٹ کا یہ کام ہوتا ہے۔ کہ وہ چور کو چور اور سادھ کو سادھ کہے۔ مگر تمہارا یہ حق نہیں۔ کہ تم کسی کو چور یا ڈاکو کہو۔

پس تم اپنے مقام کو سمجھو۔ اور جو نبیوں کا مقام ہے۔ وہ انہی کے پاس رہنے دو۔ تم اگر

دشمن کی طرف سے گالیاں سنتے اور جوش دلانے والے واقعات بھی دیکھتے ہو۔ تو تمہارا کام یہ ہے۔ کہ تم

صبر کرو اور ساتھ ہی استغفار

کرتے چلے جاؤ۔ تا ایک طرف تمہارے دل پر بے غیرتی کا زنگ نہ لگے۔ اور دوسری طرف ظالموں والا غصہ پیدا نہ ہو۔ یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ وہ تمہیں ایسے مواقع پر استغفار کی تعلیم دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ جب تم دشمن کی دلآزار باتیں سنو۔ تو استغفار کرو۔ استغفار پڑھنے سے ایک طرف تم ظالم نہیں بنو گے۔ اور دوسری طرف تم بے غیرت بھی نہیں بنو گے۔

پس دنیا کو اپنا نیک نمونہ دکھاؤ۔ اور اپنی اولادوں کو بھی نیک بنانے کی کوشش کرو۔ اور سزا کے معاملہ میں یہ امر یاد رکھو۔ کہ اسے کم سے کم حد تک اور کم سے کم عرصہ کے لئے جاری کرو۔ ہاں اپنے رحم کو وسیع کرو۔ اور اس حد تک رحم کرتے چلے جاؤ۔ جب تک رحم کرنا بے غیرتی کا موجب نہ ہو جائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی ملحوظ رکھو۔ کہ

نافرمانی کرنا بھی جرم ہے

پس اگر کسی کے متعلق کسی سزا کا اعلان ہوتا ہے۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ اس حکم کی تعمیل کرو۔ کیونکہ جس کو خدا نے ایک کام کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ تمہارا کام نہیں۔ کہ اس کے احکام پر نکتہ چینی کرو۔ اور اگر تم اس کے احکام پر جرح کرو گے۔ اور ان کی تعمیل میں کوتاہی سے کام لو گے۔ تو تم نافرمان قرار پاؤ گے۔ اور نافرمان بھی ظالم ہی ہوتا ہے۔

پس تم نہ تو نافرمانی کی حد تک جاؤ۔ نہ بے غیرتی یا ظلم کی حد تک جاؤ۔ بلکہ رحم کرو۔ اور رحم میں وسعت اختیار کرو۔ کیونکہ خدا نے رحم کے لئے وسیع میدان بنایا ہے۔ اور سزا کے لئے تنگ وہ خود کہتا ہے۔ رحمتی وسعت کل شیءٍ۔ پس بنی نوع انسان پر رحم زیادہ سے زیادہ ہو۔ اور سزا کم سے کم۔ اس گر کے ماتحت تم اپنے تمام کام لاؤ۔ اور فرمانبرداری اور طاعت اختیار کرو۔ اور جب دشمن کی طرف سے کوئی بری بات سنو۔ تو دل میں استغفار کرو۔ تا اللہ تعالےٰ تم کو بے غیرت ہونے سے بچائے۔ اور اللہ تعالےٰ تم کو ظالم ہونے سے بھی محفوظ رکھے۔ (الفضل)

درخواست

آپ فاروق کے لئے ایک خریدار اپنے سے علاوہ عطا فرما کر ثواب امداد حاصل کریں۔ (مینیجر)

دیانندی مشن!

پنڈت آتمانند صاحب لائلپوری کا جواب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(از مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر مولوی فاضل)

فاروق کی گذشتہ اشاعتوں میں " اہل حدیث کا پنڈت " کے عنوان سے خاکسار نے ایک مضمون دو اقساط میں لکھا تھا۔ جسمیں پنڈت آتمانند لائل پوری کے ایک مضمون " یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج " مندرجہ اخبار اہلحدیث کا جواب دیا تھا۔ اب اس ضمن میں ایک چٹھی پنڈت صاحب موصوف کی سیدنا و امامنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں موصول ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے ایک اعتراض کو پھر دُہرایا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے چونکہ لیکچر لاہور کے صفحہ ۳۰ پر فرمایا ہے۔ کہ " ہمیں معلوم نہیں۔ کہ اس دنیا پر اس طرح سے اور کتنے دور گذر چکے ہیں۔ اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت پر آ چکے ہیں۔ چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے۔ اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنے نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں "

نیز الوصیت کے صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں:۔

" اسکی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ ہو گی "۔ لہٰذا پنڈت صاحب کے نزدیک اس سے دو نتیجے نکلتے ہیں۔ (۱) یہ کہ مادہ و ارواح کو حضرت مرزا صاحب بمثل خدا ازلی و ابدی مانتے تھے۔ اور (۲) یا یہ کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ کہ دنیا اپنے نوع کے اعتبار سے قدیم ہے۔ قطعی بے بنیاد ہے۔ اس لئے ان کی حالت کے پیش نظر عام فہم طرز پر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں دوبارہ پھر اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔

(اول) پنڈت صاحب کا یہ اعتراض محض بے بنیاد اور غلط ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ انہوں نے نہ تو لفظ نوع کو سمجھا۔ اور نہ تعطل صفات الٰہی کا مفہوم ہی انہیں سمجھ آیا۔ اس لئے اس سے انہوں نے دو غلط نتیجے اخذ کرئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا حاشا و کلّا ہرگز یہ اعتقاد نہیں۔ کہ روح و مادہ آریہ اعتقاد کے مطابق ازلی تھے۔ اور خدا کی طرح خود آ تھے۔ بلکہ اسکی مخلوق اور اسکی دست قدرت سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا۔ کہ

" دنیا نوع کے اعتبار سے قدیم ہے "۔ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ سلسلہ پیدائش دنیا قدیم سے ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ چونکہ خدا اپنی صفات خالقیت اور رازقیت کے ساتھ قدیم سے موجود ہے۔ اور ہمیشہ سے ان کا ظہور بھی کرتا رہتا ہے۔ اس لئے سلسلہ پیدائش دنیا کے قدیم ہونے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اسکی صفت خالقیت کا ظہور قدیم سے ہے اور بس۔ اسکی تشریح میں حضرت اقدسؑ چشمہ معرفت کے صفحہ ۱۶۱ پر فرماتے ہیں:۔

" خدا کی صفات خالقیت اور رازقیت وغیرہ سب قدیم سے ہیں۔ حادث نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی صفات قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود نوعی طور پر قدیم ماننا پڑتا ہے۔ نہ شخصی طور پر۔ یعنی مخلوق کی نوع قدیم سے چلی آتی ہے۔ ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا چلا آیا ہے۔ سو اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے۔ کہ انسان سے پہلے کیا کیا خدا نے بنایا۔ مگر اس قدر ہم جانتے ہیں۔ کہ خدا کے تمام صفات کبھی ہمیشہ کے لئے معطل نہیں ہوئے۔ اور خدا تعالےٰ کی قدیم صفات پر نظر کر کے مخلوق کے لئے قدامت نوعی ضروری ہے۔ مگر قدامت شخصی ضروری نہیں "۔ نوع کا مفہوم منطقی لحاظ سے تو صرف اس قدر ہے۔ کہ وہ کلی جو اپنے افراد کی تمام ماہیت ہو۔ وہ نوع کہلاتی ہے۔ مگر یہاں صرف اس قدر مراد ہے۔ کہ خدا کا خلق کرنا یعنی صفت خلق کا اظہار قدیم سے ہے۔ ہاں اس کا مفعول بہ الگ الگ اور حادث ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک مادہ کے بعد دوسرا مادہ بنا دوسرے کے بعد تیسرا تیسرے کے بعد چوتھا علیٰ ہٰذا القیاس۔ ایک روح کے بعد دوسری دوسری کے بعد تیسری وھلمّ جرا آریہ صاحبان کا اعتقاد اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ابتدا ہی میں جس قدر روحیں اور مادہ موجود تھا۔ وہ بھی خدا کی طرح قدیم تھا۔ اسی کو خدا تعالےٰ بار بار جوڑ جاڑ

کر اس سرشٹی کو رچاتا ہے۔ پھر پرلے یعنی فنا آتی ہے۔ پھر سرشٹی رچائی جاتی ہے۔ مگر پھر وہی مادہ اور روحیں ہوتی ہیں۔ جو بار بار کام آتی ہیں۔ اور حضرت اقدسؑ کا یہ اعتقاد ہی نہیں۔ اگر انہیں اب بھی اس موٹی بات اور اتنے بین فرق کی سمجھ نہ آئے۔ تو اپنے سے زیادہ کسی سمجھدار مخالف ہی سے پوچھ لیں۔ کہ ان کا اعتراض کسقدر لغو اور فضول ہے۔ ان کی تفہیم کے لئے استاذی المکرم فاضل اجل حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی لاجواب تصنیف " حدوث روح و مادہ " کے صفحہ ۲۵ کی عبارت نقل کر دیتا ہوں۔ جہاں آپ فرماتے ہیں۔ " غرض اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا ہر شے حادث ہے۔ کوئی روح نہیں۔ جو ازلی ہو۔ کوئی مادہ نہیں۔ جو قدیمی ہو۔ اور ذات باری کے سوا کوئی چیز نہیں۔ جو مخلوق نہ ہو۔ مگر جس طرح خدا تعالےٰ قدیم سے ہے۔ اسی طرح اسکی صفت خلق قدیم سے ہے۔ اسی طرح اسکی صفت خلق کا ظہور بھی قدیم سے ہے۔ یعنی قدیم سے خدا مخلوق پیدا کرتا اور فنا کرتا چلا آیا ہے۔ ہاں جو انسانی روح ایک دفعہ پیدا ہو جائے۔ پھر اسے خدا فنا نہیں کرتا۔ ہر مخلوق کے پہلے مخلوق تھی۔ اور کوئی مخلوق نہیں۔ جو پہلی مخلوق ہو۔ اسی طرح ہر مخلوق کے بعد مخلوق پیدا کرے گا۔ اور کوئی مخلوق نہیں۔ جو آخری ہو مگر ہر مخلوق کی ابتدا ہے۔ اس لئے سلسلہ مخلوقات کو قدامت نوعی حاصل ہے۔ مگر قدامت شخصی کسی کو حاصل نہیں۔ سلسلہ مخلوقات پروا سے انادی ہے۔ یعنی از روئے سلسلہ قدیم ہے۔ کیونکہ جب سلسلہ خدا کے پیدا کرتے رہنے کا نام ہے تو لازماً خدا کی طرح وہ بھی قدیم ہو گا۔ کیونکہ وہ خدا کی صفت ہے۔ اور خدا کی صفت اور ذات دونوں قدیم سے ہیں۔ مگر ہاں جس پر اس خلق کا اثر ہوتا ہے۔ یعنی جو چیز صفت خلق کی مفعول بہ ہوتی ہے۔ وہ قدیم سے نہیں۔ کیونکہ لازماً خالق کا وجود مخلوق سے پہلے ہوتا ہے۔ پس خدا کا وجود تو اپنی ہر مخلوق سے پہلے ہے۔ مگر خود اپنی صفات سے پہلے نہیں۔ بلکہ اسکی صفات اسی کی طرح قدیم ہیں "۔

اگر اس پر بھی پنڈت صاحب کو قدامت نوعی کا مطلب سمجھ نہ آئے۔ تو وہ ہمارے مندرجہ ذیل سوال کا حل سوچیں۔ اس پر خود بخود یہ مسئلہ حل ہو جائیگا۔

یہ مسلمہ بات ہے۔ کہ خدا تعالےٰ قدیم سے ہے۔ اور اسکی صفات بھی قدیم سے ہیں۔ اور ان کا اظہار بھی وہ قدیم سے کر رہا ہے۔ اس لئے لازماً ماننا پڑتا ہے۔ کہ جو چیزیں ان صفات کی مفعول بہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوں۔ ان کا سلسلہ بھی قدیم سے ہو۔ اگر ایسا نہیں تو سلسلۂ مفعول بہ کے حدوث سے اسکی صفات کا حدوث لازم آتا ہے۔ اور جس کی صفات حادث ہوں وہ خود حادث ہوتا ہے۔ پس اس سے دو ہی نتیجے نکلتے ہیں۔ کہ اگر سلسلہ خلق عالم قدیمی ہے۔ تو خدا اور اسکی صفات بھی قدیمی ہیں۔ اور اگر سلسلۂ خلق عالم یعنی اسکی صفات کا اظہار قدیمی نہیں۔ بلکہ حادث ہے۔ تو وہ خود بھی حادث ہے۔ اب پنڈت صاحب جس کو چاہیں اختیار کریں۔

(دوسرے) یہ کہ تعطل کا مفہوم انہوں نے بالکل غلط سمجھا ہے۔ اور اس کا باعث یہ ہے۔ کہ وہ صفات الٰہی سے بالکل ناواقف ہیں۔ ہمارا ایمان اس کے متعلق یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی صفات ارادی ہیں۔ اضطراری نہیں۔ یعنی اپنی مرضی سے جب چاہے۔ خلق کرے۔ جب چاہے فنا کرے۔ اور یہ بھی نہیں۔ کہ اسکی صفات آپس میں ٹکرائیں۔ نہ وہ مشین ہے۔ کہ اس سے بے اختیار حرکات سرزد ہوں۔ اور نہ وہ مجموعہ اضداد ہے۔ کہ خود ہی اس کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہو۔ بلکہ "اذا یشاء قدیر" اور "فعال لما یرید" ہے۔ اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت سے سمجھنے کے لئے حضرت اقدس علیہ السلام کی بے مثل تصنیف چشمہ معرفت کے صفحہ ۱۷۰ و صفحہ ۱۷۱ کی عبارت نقل کر دیتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"اگرچہ اسلام بھی مخلوق کی نوعی قدامت کا قائل ہے۔ مگر اسلام کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ہر ایک چیز مخلوق ہے۔ اور ہر ایک چیز خدا کے سہارے سے قائم اور موجود ہے۔ اور نیز اسلام اس بات کا بھی قائل ہے۔ کہ ایک وہ زمانہ تھا۔ جو خدا کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اور صرف وحدت اپنا جلوہ دکھا رہی تھی۔ اور خدا ایک پوشیدہ خزانہ کی طرح تھا۔ پھر خدا نے چاہا۔ کہ میں شناخت کیا جاؤں۔ تو اس نے اپنی شناخت کے لئے انسان کو پیدا کیا۔ مگر ہم نہیں جانتے۔ کہ کتنی دفعہ وحدت الٰہی کا زمانہ آچکا ہے۔ اس کا علم خدا کو ہے۔ لیکن جیسا کہ دوسری صفات معطل نہیں رہ سکتیں۔ ایسا ہی وحدت الٰہی کی صفت بھی ہمیشہ معطل نہیں رہتی۔ اور کبھی کبھی اس کا دور آجاتا ہے۔ اور کبھی ذات الٰہی دنیا کو ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ اور کبھی پیدا کرنا۔ کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں صفات اسکی ہیں۔ اس لئے ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے۔ کہ خدا ہر ایک جاندار کو ہلاک کر دے گا۔ یہاں تک کہ آسمان اور زمین کا ایسے طور پر تختہ لپیٹ دے گا۔ جیسا کہ ایک کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں تعطل صفات کا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بعض صفات کی جب تجلی ہوتی ہے۔ تو دوسری صفات جو ان کے مقابل پر ہیں۔ اور ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ وہ کسی دوسرے وقت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس وقت کی منتظر رہتی ہیں۔ اور یہ ایک سلسلہ قدرت کا واقعی ہے۔ جس سے اہلاک کے بعد احیاء لازم پڑا ہوا ہے۔ پس انہی معنوں سے ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کی کوئی صفت معطل نہیں ہوتی وہ قدیم سے مُحیی بھی ہے۔ اور مُمیت بھی۔ اور کوئی صفت اسکی ایسی نہیں۔ کہ پہلے تھی۔ اور اب نہیں۔ یا اب ہے اور پہلے نہیں تھی۔" یہ حوالہ اپنی ذات میں اس قدر مبرہن اور واضح ہے۔ کہ کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور ہر موٹی سے موٹی عقل کا انسان بھی اس سے تعطل کا مفہوم اور صفات الٰہی کے ظہور کے طریق کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ پس پنڈت صاحب نے جو دو نتیجے نکالے ہیں۔ بالکل غلط ہیں۔ نہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ روح و مادہ خدا کی طرح ازلی ہیں۔ اور نہ دنیا اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم ہے۔ اور نہ ان کے پیش کردہ حوالے سے ہی یہ دو نتیجے نکلتے ہیں۔ بلکہ ان کا اعتراض محض سطحی اور بالکل عدم تدبر اور قلت سمجھ یا تعصب کے نتیجے میں ہے۔ میری ان سے نہایت مخلصانہ درخواست ہے۔ کہ وہ بجائے ان باتوں میں پڑنے کے اپنی عاقبت درست کریں۔ اور صحیح راہ نجات تلاش کریں۔ نیز اپنے وعدہ کہ "اگر کوئی احمدی میرے مندرجہ ذیل اعتراض کو رفع کر دکھائے تو میں بلا کسی مزید شرط کے احمدی بن جاؤں گا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مان لوں گا۔" کو پورا کریں۔ خدا کے سچے مسیح نے جو راہ نجات بتائی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ "نجات یافتہ کون ہے۔ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ کہ خدا سچ ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے۔ کہ اس کے افاضۂ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخر کار اسکی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود (حضرت مرزا صاحب ع) کو دنیا میں بھیجا۔ جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۳) اس لئے آپ احمدی ہو بن جائیں۔ اور اسلام کی آغوش میں آکر راحت ابدی کے وارث ہوں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر آمین۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو کسی مزید تحقیق کی ضرورت ہو۔ تو ایڈیٹر صاحب فاروق کے نام اپنا خط بھیج کر جواب کے خواستگار ہوں۔

احمدی مشن

ہماری پھوپھی صاحبہ مرحومہ

اور

نکاح والی پیشگوئی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

احباب کو یہ خبر مل چکی ہے۔ کہ ہماری پھوپھی عمر بی بی صاحبہ جو محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ تھیں۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء کو زائد از نوے سال کی عمر میں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ میں دفن ہو چکی ہیں۔ مرحومہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی چچا مرزا غلام محی الدین صاحب کی لڑکی تھیں۔ مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے عقد میں آئی تھیں۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ۱۸۹۲ء میں مرزا احمد بیگ کی وفات ہوئی۔ تو اس وقت سے وہ بیوہ چلی آتی تھیں۔ اور انہوں نے اپنی آخری عمر قادیان میں گذاری تھی۔ خاوند کی زندگی میں تو وہ سلسلہ کی مخالف تھیں۔ اور اس کے بعد بھی کئی سال تک عملاً مخالف رہیں۔ لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں یعنی غالباً ۱۹۲۱ء میں انہوں نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اور اس کے بعد ۱۹۳۱ء میں جبکہ ہماری تائی صاحبہ مرحومہ فوت ہوئیں۔ (ہماری تائی صاحبہ اور پھوپھی صاحبہ حقیقی بہنیں تھیں) تو پھوپھی صاحبہ مرحومہ نے بڑی خواہش اور اصرار کے ساتھ وصیت کر دی۔ جو ان کے کہنے پر میں نے خود اپنے ہاتھ سے لکھی تھی۔ اور الحمد للہ کہ پھوپھی صاحبہ اب مقبرہ بہشتی میں پہنچ چکی ہیں۔ جو ایک احمدی مومن اور مومنہ کے لئے بہترین انجام ہے۔

مرحومہ کو میرے ساتھ خاص تعلق تھا۔ اگر مجھے ان کے پاس جانے میں کبھی زیادہ دیر ہو جاتی۔ تو وہ خود کسی کو کہکر مجھے بلوا لیا کرتی تھیں۔ اور میرے ساتھ ہمیشہ بزرگانہ بے تکلفی سے گفتگو فرمایا کرتی تھیں۔ میں بھی انہیں علاوہ رشتہ میں بزرگ ہونے کے اس وجہ سے بھی خاص عزت اور محبت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ کہ وہ نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام والی نسل کی آخری یادگار تھے۔ بلکہ آپ کی ایک مشہور پیشگوئی کے رحمت والے حصہ کی نشانی بھی تھیں۔ دراصل محمدی بیگم صاحبہ والی پیشگوئی کے دو حصے تھے۔ ایک تو غضب الٰہی کا حصہ تھا۔ اور دوسرا خدا کی رحمت کا حصہ تھا۔ اور مجھے ہمیشہ اس خیال سے خوشی ہوتی تھی۔ اور ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آخری وقت میں آکر ہماری پھوپھی صاحبہ کو رحمت والے حصہ کے لئے الگ کر لیا تھا۔ ورنہ پیشگوئی کے وقت ان کا قدم دوسرے رستہ پر تھا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

اگر ہمارے مخالفین انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ تو پھوپھی صاحبہ کا احمدی ہونا بھی پیشگوئی کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔ درحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے۔ اور اس تعلق میں جملہ الہامات اور دوسرے حالات کو بنظر غور مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا مرکزی نقطہ محمدی بیگم صاحبہ کی شادی نہیں تھی۔ بلکہ خاندان کے بے دین اعزہ کو ایک رحمت یا غضب کا نشان دکھانا اصل مقصد تھا۔ یعنی ان کے سامنے خدا تعالےٰ نے یہ بات پیش کی تھی۔ کہ اگر بے دینی کو ترک کر کے میرے بھیجے ہوئے مسیح کے ساتھ حقیقی جوڑو گے۔ تو خدا تعالےٰ تمہیں بھی علےٰ قدر مراتب ان رحمتوں میں سے حصہ دیگا۔ جو اس نے اپنے مسیح کی آل و اولاد اور متعلقین کے لئے مقدر کر رکھی ہیں۔ لیکن اگر تم بدستور بے دینی پر قائم رہے۔ اور خدا کے مامور و مرسل کے ساتھ حقیقی رشتہ نہ جوڑا۔ تو پھر تم بالآخر خدا کے غضب کا نشانہ بنو گے۔ محمدی بیگم صاحبہ کی شادی اس وقت کے حالات کے ماتحت اس تعلق کی صرف ایک ظاہری نشانی تھی۔ جس طرح کہ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں خدا تعالےٰ نے ایک طرف اپنے فضل و رحمت اور دوسری طرف اپنے غضب و لعنت کے دوہرے نشان کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ایک ظاہری نشانی قرار دے دیا تھا۔ (سورہ ہود ع ۶) مگر نادان لوگ ظاہری بات کو لے کر جو محض ایک وقتی رنگ رکھتی ہے۔ اپنی ضد پر اڑ جاتے ہیں۔ اور بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہر حال جہاں تک میں نے اس پیشگوئی کے متعلق غور کیا ہے۔ میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اس پیشگوئی میں محمدی بیگم صاحبہ کی شادی اصل مقصود نہیں تھی۔ بلکہ پیشگوئی کی حقیقی غرض و غایت یہ تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رشتہ داروں کو ایک ایسا نشان دکھایا جائے۔ جو اپنے اندر دو پہلو رکھتا ہو۔ ایک پہلو رحمت کا۔ جو آپ کو ماننے والوں اور آپ کے ساتھ تعلق جوڑنے والوں کے لئے خاص ہو۔ اور دوسرا پہلو غضب کا۔ جو انکار کرنے والوں اور الگ رہنے والوں کے لئے مخصوص ہو۔ سو خدا تعالےٰ نے اپنا یہ دو دھاری نشان دکھا دیا۔ اور دکھا رہا ہے۔ اور اس وقت تک دکھاتا جائیگا۔ جبتک کہ یہ میدان اپنے اور غیروں کے درمیان امتیاز پیدا کر دینے کے رنگ میں صاف نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس وقت تک اس خاندان میں سے ایک بہت بڑی تعداد خدا تعالیٰ کی مخفی تاروں کے ذریعہ کھینچی جا کر خدا تعالےٰ کی رحمت سے علیٰ قدر مراتب حصہ پا چکی ہے۔ اور کچھ لوگ جو انکار پر فوت ہوئے ہیں۔ وہ پیشگوئی کے دوسرے پہلو کے مظہر ہیں۔ اور ان کے انجام کی تلخی دنیا کے سامنے ہے۔ جس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ باقی ایک تیسرا گروہ ہے۔ جو ابھی تک ہم سے جدا ہے۔ لیکن چونکہ یہ لوگ ہنوز بقید حیات ہیں۔ اس لئے ہم ان کے متعلق حسن ظنی رکھتے ہیں۔ اور ہماری خواہش ہے۔ اور ہم اسی کوشش میں ہیں۔ کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی رحمت کے وارث بن جائیں۔ ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امرًا۔

اس خاندان کے جن افراد کو اس وقت تک پیشگوئی کے بعد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق مل چکی ہے۔ ان کے اسماء یہ ہیں:۔

(۱) ہماری پھوپھی عمر بی بی صاحبہ والدہ محمدی بیگم صاحبہ (۲) ہماری تائی حرمت بی بی صاحبہ خالہ محمدی بیگم صاحبہ (۳) محمودہ بیگم صاحبہ مرحومہ ہمشیرہ محمدی بیگم صاحبہ۔ (۴) عنایت بیگم صاحبہ ہمشیرہ محمدی بیگم صاحبہ۔ (۵) مرزا گل محمدؐ صاحب ماموں زاد برادر محمدی بیگم صاحبہ (۶) خورشید بیگم صاحبہ ماموں زاد ہمشیرہ محمدی بیگم صاحبہ (۷) مرزا ارشد بیگ صاحب مرحوم بہنوئی محمدی بیگم صاحبہ (۸) مرزا اسحاق بیگ صاحب فرزند محمدی بیگم صاحبہ (۹) حفیظہ بیگم صاحبہ دختر محمدی بیگم صاحبہ۔ (۱۰) مرزا عبد السلام بیگ صاحب دختر زادہ محمدی بیگم صاحبہ (۱۱) مرزا محمود بیگ صاحب برادر زادہ محمدی بیگم صاحبہ (۱۲) مرزا اجمل بیگ صاحب ہمشیرہ زادہ محمدی بیگم صاحبہ (۱۳) مرزا امجد بیگ صاحب ہمشیرہ زادہ محمدی بیگم صاحبہ۔ (۱۴) مرزا احسن بیگ صاحب خالہ زادہ محمدی بیگم صاحبہ (۱۵) مرزا ضیاء اللہ بیگ صاحب داماد محمدی بیگم صاحبہ۔ یہ پندرہ نام میں نے صرف ان اشخاص کے لکھے ہیں۔ جو محمدی بیگم صاحبہ کے قریب ترین رشتہ داروں میں سے ہیں۔ اگر ان کے علاوہ دوسرے عزیز بھی جو اس خاندان سے دور و نزدیک کا تعلق رکھتے ہیں۔ شامل کر لئے جائیں۔ تو پھر یہ تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور نابالغ بچے اور لواحقین ان کے علاوہ ہیں۔ اب کیا ہمارے مخالفین کے لئے یہ سب لوگ اور ان کے مقابل پر غضب کے پہلو سے حصہ پانے والے لوگ اس بات کی زندہ شہادت نہیں ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ نے اس میدان میں حقیقی فتح عطا فرمائی ہے۔ اور پیشگوئی کی غرض رحمت و غضب ہر دو پہلوؤں میں پوری ہو گئی ہے۔

باقی رہا۔ محمدی بیگم صاحبہ کی شادی کا سوال۔ سو ہم کہتے ہیں۔ کہ اول تو وہ خود بالذات مقصود نہیں تھی۔ بلکہ محض ایک ظاہری اور وقتی علامت کے طور پر تھی۔ اور اگر وہ مقصود تھی بھی تو قرآنی اصول ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا (سورہ بقرہ رکوع ۱۳) کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی زندگی میں یہ فرما دیا تھا۔ کہ وہ منسوخ ہو گئی ہے۔ (دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۳) اور اسی حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرما دیا تھا۔ کہ شاید یہ الہام کسی دوسرے وقت میں کسی دوسری صورت میں پورا ہو۔ اور میں اپنے ذوق کے لحاظ سے سمجھتا ہوں۔ کہ کیا تعجب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کبھی خود محمدی بیگم صاحبہ کو بھی حق کے قبول کرنے کی توفیق عطا کر دے۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام اپنی ظاہری صورت میں بھی پورا ہو جائے۔ کہ نردّھا الیک یعنی ہم اسے بالآخر تیری طرف لوٹا دیں گے۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ محض رشتہ کی صورت میں لوٹانے سے احمدیت کے حلقہ بگوشوں میں داخل کر کے لوٹانا اپنے اندر بہت زیادہ شان رکھتا ہے۔ اور یہ جوڑ شادی بیاہ کے جوڑ سے بھی بہت زیادہ پختہ جوڑ ہے۔ مگر یہ آئندہ کی باتیں ہیں۔ جن کی حقیقت اپنے وقت پر ہی کھلا کرتی ہے۔ ولا علم لنا الا ما علمنا اللّٰہ۔ و نرضی بما یرضی بہ علیہ توکلنا والیہ ننیب۔

اطلاع۔ جن خریداروں کے ذمہ فاروق کا بقایا یا سال رواں کا چندہ واجب ہے۔ وہ بھیجکر مشکور فرماویں۔ ورنہ ان کے نام دی۔ پی ارسال ہوگا۔ پھر واپس نہ کریں۔ (منیجر)

اخباروں کو تنبیہ

وزیر اعظم پنجاب گورنمنٹ نے پھر فرقہ پرست اخبارات کو تنبیہ کی ہے۔ کہ اپنی شر پسند پالیسی کو تبدیل کریں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں افسوس ظاہر کیا ہے۔ کہ اس سے قبل کی گئی اپیلوں کا اثر کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آج پنجاب ایک آتش فشاں پہاڑ پر کھڑا ہے۔ اگر اخبارات نے اپنا لہجہ نہ بدلا۔ تو گورنمنٹ سخت ایکشن لینا شروع کرے گی۔

جن نیک جذبات سے متحرک ہو کر یہ اپیلیں کی جاتی ہیں۔ وہ تو نیک ہیں۔ لیکن ہندو اخبارات کو معلوم ہے۔ کہ پنجاب میں مسلمان حکومت ہے۔ جس کی آواز پر ہندو کان نہیں دھریں گے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ حکومت اس سلسلہ میں سختی سے کام لے۔

وزیر تعلیم اور پرائمری کا طریقۂ تعلیم

میاں عبد الحی وزیر تعلیم پنجاب نے دیال سنگھ کالج لاہور کے جلسہ انعامات میں تقریر کرتے ہوئے پرائمری کے طریقۂ تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت واضح کی۔ اور کہا۔ کہ حکومت نے اس مقصد کے لئے ایک نیا مسودہ قانون تیار کیا ہے جس کی رو سے پرائمری میں کورس چار سال کی بجائے ۵ سال کا ہوگا۔ اور لڑکیوں کے لئے بھی ابتدائی تعلیم لازمی قرار دے دی جائیگی۔ یہ بل عنقریب پنجاب اسمبلی میں پیش ہوگا۔ حکومت پنجاب کی یہ تجویز مفید ہے۔

ہندو عورتوں کو حق طلاق

ڈاکٹر سنت رام سیٹھ پنجاب اسمبلی میں ایک بل پیش کرنے والے ہیں۔ جس کا منشا یہ ہے۔ کہ ہندو۔ سکھ اور جین شادی شدہ عورتوں کو مندرجہ ذیل حالات میں طلاق دینے اور کسی اور شخص سے شادی کرنے کی اجازت دی جائے۔

(۱) جبکہ کوئی خاوند اپنی بیوی کی طرف متواتر ایسا تشددانہ سلوک روا رکھتا ہے۔ جس سے اسکی زندگی اور صحت خطرہ میں پڑ جائے۔

(۲) جب وہ نہایت بداخلاق ہو۔ (۳) جبکہ کسی عورت سے یا اس کے کسی رشتہ دار یا سرپرست سے دھوکہ کر کے شادی کی گئی ہو۔ (۴) جبکہ خاوند کسی ایسی مرض میں مبتلا ہو۔ جو ناقابل علاج ہو۔

اسی طرح ایک دوسرا بل اس مقصد کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ کہ کسی ہندو۔ سکھ یا جین کو سوائے مندرجہ ذیل حالات کے اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ جبکہ پہلی بیوی کسی مکروہ یا متعدی مرض میں مبتلا ہو۔ جبکہ خاوند یا اس کے کسی رشتہ دار گارڈین کو دھوکہ دے کر شادی کی گئی ہو۔ جبکہ پہلی بیوی بد اخلاق ہو۔ یہ آریہ دھرم پر اسلام کی فتح ہے۔

فرنٹیر اسمبلی کا ایک فیصلہ

فرنٹیر اسمبلی نے دفعات ۱۴۴ و ۱۲۴ الف اور دیگر سخت گیرانہ قوانین کی تنسیخ کا بل پاس کر کے ایک نہایت قابل تحسین قدم اٹھایا ہے۔ اور دوسری وزارتوں کے لئے ایک ایسی مثال قائم کر دی ہے۔ جس کی انہیں فوراً تقلید کرنی چاہیئے۔ اب یہ دفعات سیاسی سرگرمیوں کے خلاف استعمال نہ ہو سکیں گی۔

آریہ سماج کی بیجان نعش

آریہ اخبار پرکاش لاہور مورخہ ۱۳ / مارچ میں "آریہ سماج کی موجودہ حالت پر سرسری نظر" کے عنوان سے پریذیڈنٹ وید پرچار منڈل مہتہ جیمنی کی ایک مراسلت شائع ہوئی ہے۔ جس کا ضروری حصہ ناظرین فاروق کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مہتہ صاحب فرماتے ہیں "کہ اب آریہ سماج کی اخلاقی حالت قابل رحم ہو چکی ہے۔ آریہ سماج کے ہاتھوں سے ہندو جاتی کی رہنمائی جاتی رہی۔ اس لئے کہ آریہ سماج نے سچے دھارمک پروانوں کی سپرٹ کو چھوڑ کر زمانہ سازی اختیار کر لی۔ اور آریہ سماج کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں دے دی جن میں ابتدائی تحریک کی پاکیزگی۔ اور نقصان برداشت کرنے کی وہ سپرٹ نہیں ہے۔ جس نے آریہ سماج کو ملک میں ایک زبردست طاقت بنایا تھا۔ آریہ سماج کے پروگرام میں دھرم۔ اصول۔ حب الوطنی اور قوم پرستی دوسرے درجے پر چلی گئی۔ جس پاکیزگی کی سپرٹ نے آریہ سماج کو ملک کا رہنما بنایا تھا۔ وہ سپرٹ اس میں سے نکل گئی۔ اس لئے آریہ سماج ایک بے جان نعش کی صورت اختیار کر گیا۔ دھارمک (مذہبی) نقطۂ خیال سے آریہ سماج بمنزلۂ نعش بن رہی ہے۔ اب روپیہ ان کو اس قدر پیارا ہے۔ کہ انسٹی ٹیوشنوں کے لئے روپیہ حاصل کرنے کے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک عیسائی بادشاہ اور ایک مسلمان بادشاہ کی شخصی آزادی

سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم موجودہ ڈیوک آف ونڈسر اپنی حسب پسند لیڈی کے ساتھ اس وقت تک شادی نہ کر سکے۔ جب تک سلطنت برطانیہ جیسی عظیم الشان اور وسیع سلطنت کے تخت وتاج سے دست بردار نہ ہو گئے۔ کیونکہ پادریوں اور مسٹر بالڈون کے رفقائے کار نے ان کے خلاف طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا۔ وہ اپنے اس خالصتاً ذاتی اور شخصی معاملہ میں عیسائی ہونے کی وجہ سے آزاد نہ تھے۔ لیکن شاہ فاروق آف مصر نے اپنے پسند کی ملکہ سے شادی کی۔ تو قوم یا ملک نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ بادشاہ کے جشن عروسی میں شامل ہو کر اسکی خوشیوں کو دوبالا کر دیا ہے۔ مبصرین عالم ان دو واقعات سے عیسائیت اور اسلام کی حقیقی آزادی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو ہر دو مذاہب نے اپنے پیروؤں کو عطا کر رکھی ہے۔ اب ذرا جرمنی کا عجیب ترین واقعہ بھی سن لیں۔ مارشل فان بلوم برگ وزیر جنگ نے ایک ایسی مہ پارہ سے شادی کر لی۔ جو حسن وجمال کی پتلی تھی۔ جس کے لب ہائے سرخ پھول کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک اور رنگین تھے۔ لیکن ہرہٹلر اس شادی پر بگڑ گئے۔ اور جنرل بلوم برگ سے جبراً استعفےٰ لے لیا۔ اپنی چھٹی میں دولہا میاں کی بیش قیمت خدمات کا بھی اعتراف کرتے گئے۔ اور ساتھ ہی قلمدان وزارت بھی چھین لیا۔ لطف یہ ہے۔ کہ بعد ازاں جنرل بلوم برگ کی شادی کے خلاف آواز اٹھانے والے جرنیل نرلیش اور اس کے بے مثال تمام فوجی جرنیلوں کو ایک ایک کر کے فوجی ملازمت سے نکال دیا۔

الغرض کہیں ہوائی فوج کے سپہ سالار پر نزلہ گرا۔ اور کہیں دوسرے جرنیلوں پر آفت آئی۔ اور آناً فاناً سارا فوجی نظام ہی پلٹ گیا۔ اب افواج کی کمان خود میاں ہٹلر کے ہاتھ ہی ہے۔ جنرل کیٹل کو اپنا نائب بنا لیا۔ اپنے مشورہ کے لئے فان نیورتھ کے زیر صدارت ایک جنگی کونسل بنا دی روما وانا اور ٹوکیو کے جرمن سفرا کو برلن میں واپس بلا لیا۔ ان ناخوشگوار واقعات اور تبدیلیوں نے جرمنی کے فوجی نظام کو کاملاً درہم برہم کر دیا ہے۔ اور جرمنی کی فوجی طاقت جس سے کل سارا یورپ کانپ رہا تھا۔ آج بے حد کمزور اور سقیم الحال ہو چکی ہے۔ ادھر جنرل فان بلوم برگ اپنی عروس نو کے ساتھ "ہنی مون" منا رہے ہیں۔ نئی شادی کی مسرتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔ ؎

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا
اسکی بلا سے بوم رہے یا ہما رہے

شہید گنج لاہور

(بزبان پنجابی)

سکھاں مسلماناں نے ہائی کورٹ وچ مقدمہ دائر کیتا ہویا سی۔ پر ہندوستان دی آتما نے پبلک دی پارلیمنٹ وچ اپیل دائر کیتی ہوئی ہے۔ کہ کیہہ اینہاں دوناں دھڑاں دی مقدمے بازی ہندوستان دی موکش (نجات) نوں دور اڈہ دوڑ نہیں کر رہی۔ ہندوستان دی آتما غلامی دیاں زنجیراں نال لہولہان ہوئی۔ آپنے دوہاں پتراں نوں رو رو کے ترلے کر رہی ہے۔ کہ اسدیاں سنگلیاں توڑیاں جان۔ کیونکہ ہر اک پل ٹوکدے پھنداں دا ہیں لہو گھٹا رہیا ہے۔ پر اہ دونویں مردو پتر آپس وچ کھڑب رہے تے بیگانے سرپنچ کولوں نرنے کروا رہے ہیں۔ ایدھر جیون جوت بجھدی چلی جا رہی ہے۔ تے کیہہ اج جدوں ہندوستان دی زندگی موت دا سوال تقدیر دے پلڑے وچ جھوکھیا جا رہیا ہے۔ اودوں (اسوقت) سانوں سوجھدا ہے۔ کہ بھراواں دی کھکھ تنگ پچوڑ کے ہزاراں روپے پریوی کونسل دی اپیل اُتے خرچ کیتے جان؟ فیر اس گل دی کیہہ فیصلہ ہو ہی نہیں سکدا سکھاں دے حق وچ فیصلہ ہویا۔ مسلماناں نوں پروان (قبول) نہیں۔ کیہہ جے پارلیمنٹ نے مسلماناں نوں جتا دتا۔ تاں سکھ اس فیصلے نوں پروان کر لین گے؟ تے جے اوہ پروان نہیں کرن گے۔ تاں کیہہ فیر شہید گنج مسلماناں دا ہو جائیگا؟ بالکل امن نال اوتھے نماز پڑھی جایا کرے گی؟ کیہہ جھیڑی بدعملی اج مسلمان حلقے وچ ہے۔ اوہ سکھ حلقیاں وچ نہیں ہو جائیگی؟ تے جے امن نہ ہویا۔ تاں پھیر ہویا ہی کیہہ؟

سیانے بھراؤ کوئی پارلیمنٹ تہاڈا فیصلہ نہیں کر سکدی۔ تسیں دونویں خودکشی کر رہے ہو۔ تسیں دونویں دھرم توں بے مکھ ہو۔ دھرم سکھاندا ہے۔ کہ بھرا دے رسیویں اُتے سورج نہ ڈبن دتا جائے۔ کئی سورج تہاڈے رسیویں اُتے ڈب گئے ہیں۔ تسیں اجے بھی دھرمی ہون دیاں ڈھینگاں مار رہے ہو۔ کیہہ وڈا کیہہ چھوٹا کوئی غرضوں تے کوئی ڈر دا۔ آپو اپنی پارٹی دا ایکھ کر رہا ہے۔ کسے نوں سچی گل آکھن دی دلیری نہیں۔ تہاڈے چوں گے دے پرشاد بھی پروان نہیں ہونے۔ نہ نمازاں سُنیاں جانگیاں۔

ولایت نہ جاؤ۔ آؤ ایتھے ملو۔ اور آپس میں سمجھوتہ کر لو۔

پچھو اپنے دلاں کولوں۔ پچھو دوجیاں دے دلاں کولوں۔ کیہہ چاہندے ہو؟ کیہہ کرنا چاہیدا ہے؟ خدا دا گھر کسے اک بندے دا گھر نہیں ہو سکدا۔ ایس سانجھی والنا اتے کیوں سمجھوتا نہیں ہو سکدا۔ تسیں اپنے فرقے دا مان نہیں ودھا رہے۔ ظلم کر رہے ہو۔ تھاواں وچ خدا پیا ہے۔؟ خدا دلاں وچ ہے۔ جنہاں نوں تسیں ڈھا رہے ہو۔ اِہ خدا دا گھر جو ورہے دا اک سال) نوں نہیں تے ہزار سال نوں ڈھے جائیگا اُنیکاں ایس توں وڈھیرے گھر مٹی وچ رل چکے ہیں۔ تسیں آپنا سماں (وقت) بدمزا نہ کرکے جاؤ۔ تسیں اپنی پارلیمنٹ بنا کے کسے ایسے فیصلے تے اپڑو۔ کہ پھیر کسے پاسیوں مخالفت یا ایجیٹیشن دی رُچی باقی نہ رہ جائے۔ تہانوں ہندوستان دی آتما کوکاں مار رہی ہے۔ اُسدا واسطہ جے۔ ہندوستان دی دُکھی ان پڑھ مخلوق دا واسطہ جے۔ میرے سُنیہے (محبت) نال بھرے تے دوہاں دیاں اوکھایاں (تکلیفاں) لئے تڑفدے دل دا واسطہ جے۔

داز گور مکھی پریت (لڑی)

بندے ماترم دا گیت

"اک جند میری دُکھڑے ہزاراں"، اک قضیہ مکدا نہیں۔ کہ دوجا گل آپیندا ہے۔ ہُن بندے ماترم اُتے جھگھڑ تالاں ہون لگ پیاں ہین۔ بندے ماترم چنگا ہے یا مندا۔ سانوں ایس دی چنگیائی نالوں اکٹھیاں ہون دی بہتی لوڑ ہے۔ اسمبلیاں وچ وچار ہو رہی ہے۔ کہ کجھ قرآن شریف دیاں آیتاں ہون۔ کجھ گیتا ہووے۔ پھیر انجیل دا حق بھی ہو جائیگا۔ تے گرو گوبند سنگھ صاحب دے شبد بھی نہیں موڑے جا سکن گے۔ مڑ اوہی قومی جھنڈے والی مصیبت آجائیگی۔ پر اسیں پچھدے ہاں۔ ایس نمائش دی لوڑ ہی کیہہ ہے۔ اسمبلی ورگے اجلاس وچ ایہو جیہی پرارتھنا کیہہ سوہنی لگدی ہے؟ تاں ایس سوال توں اسمبلی نوں بھی مندر۔ مسجد۔ گوردوارہ دی فُٹی تقدیر دے دینی ہے۔ پرارتھناں تہاڈے دلاں وچ ہونیاں چاہیدیاں ہین۔ عمراں لنگ گیاں مندراں وچ ایدوں چنگیرے منتر پڑھدیاں۔ اج تک سدا اتن کانے۔ سوکھی گل ایہہ ہے۔ کہ ایہہ کچے دھاگیاں دا پتاں وگاہ مارو۔ ایس دیاں کچیاں تنداں نال ساڈی کوئی آس نہیں بدھی جا سکدی۔ کانگرس مورکھ ہووے گی۔ جے ایسی گل لئی کہ بندے ماترم دا گیت ہندواں نوں چنگا لگدا ہے۔ تے مسلماناں دی مرضی منیاں ڈرپوک ہون دا دُوشن لایا جائے گا۔ اوہ ایس سوال نوں ڈرونی صورت پھڑن دیوے۔ اسیں خوش ہوواں گے۔ جے پنڈت ہوری کسے مسلمان دلیش بھگت کولوں ہی بندے ماترم دا گیت لکھاں۔ سانوں آس ہے۔ کہ ایس دعوت ہیٹھاں لکھیا ہویا گیت ورتماں گیت نالوں کئی درجے ودھیرا ماتا دی بندھنا ہوویگا۔ مذہب کو آپو آپنے عبادت خانوں تک ہی محدود رہنے دو۔ جب پبلک پلیٹ فارم پر آؤ۔ تو سب بھائی بھائی بن کر رہو۔ مذہبی باتوں میں دخل نہ دو۔ نہ لڑائی کرو۔ (گورمکھی پریت لڑی)

بقلم رحمت اللہ اسسٹنٹ ماسٹر متوطن کھوکھر متصل نارووال۔

مسلم لیگ پر احراریوں کا حملہ

دہلی میں مسلم لیگ کے رضاکاروں پر حملہ کرنے اور دہلی مسلم لیگ کے جنرل سکرٹری کو مجروح کرنے کی جو حرکت دہلی کے "احرار" کی طرف سے ظہور میں آئی ہے۔ اس پر عامۃ المسلمین کیسے ہی رنج واضطراب کا اظہار کیوں نہ کریں۔ اور احرار کی اس خفیف الحرکتی سے کس قدر ہی بیزاری کیوں نہ ظاہر کریں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ احراری کارکن مسلمانوں کی اس نفرت اور ملامت کو پر کاہ کے برابر بھی وقعت دینے کے لئے تیار معلوم نہیں ہوتے۔ اس سے قبل بیسیوں جگہ احراری رضاکاروں نے اپنی مخالف دوسری جماعتوں کے افراد پر حملے کئے ہیں۔ اور اب مسلم لیگ اور اتحاد ملت کے جلسوں کو خراب کرنا اور... ان جماعتوں کے کارکنوں کو زدوکوب کرنا ان کا روزمرہ کا شیوہ ہو گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسجد شہید گنج کی آڑ میں احرار کی موجودہ فتنہ انگیزی

مسٹر مظہر علی اظہر نے جو ۱۰ مارچ کو ایک دن کے لئے ضمانت پر رہا ہو کر جیل سے باہر آگئے تھے۔ ایک نمائندہ اخبار کے سوال کے جواب میں کہا:۔ "اگر سر سکندر کی حکومت اس قضیہ کو حل کرنے سے معذور ہے۔ تو وہ مستعفی ہو جائے۔ احرار اور کانگرس مل کر اس سوال کو ایسے طور پر حل کریں گے۔ جو سب کے لئے قابل قبول ہو"۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ احرار اور کانگرس اس بناء پر اس سوال کو حل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کہ پنجاب میں فرقہ وار اتحاد قائم ہو۔ بلکہ وہ صرف اسی صورت میں اس مسئلہ کو حل کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ سر سکندر حیات خاں کی حکومت مستعفی ہو جائے۔ گویا اگر سر سکندر حیات خاں کی حکومت برسر اقتدار ہے۔ تو پھر ان کے نزدیک اس مسئلہ کا حل جائز نہیں پس اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مسٹر مظہر علی کی جاری کردہ تحریک سول نافرمانی کا مقصد یہ نہیں۔ کہ مسجد شہید گنج کو واگزار کرایا جائے۔ بلکہ اس کا مقصد ہنگامہ آرائی کر کے یونینسٹ حکومت کی مشکلات میں اضافہ کرنا اور اپنے لئے ایک سازگار فضا پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ آنریبل وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں ایسے شر انگیزوں کو انتباہ کیا ہے۔ کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی تباہی کے سامان فراہم کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آنریبل سر سکندر حیات خاں جرأت سے کام لیتے ہوئے اس فتنہ انگیزی کا سدباب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ جس کی بناء ہی خود غرضی پر ہے۔ اور جو قضیہ شہید گنج کے حل میں رکاوٹیں پیدا کر کے پنجاب کی فضا کو ناخوشگوار بنا رہی ہے۔

پانی پت میں ہولی کا جلوس

افسوس ہے۔ کہ حکومت نے اپنی نامعلوم مصلحتوں کے پیش نظر یہی فیصلہ کرنا مناسب سمجھا ہے۔ کہ پانی پت میں ہولی کے جلوس کو چوک قلندر میں سے گذرنے کی اجازت دے۔ قارئین کرام کو علم ہے۔ کہ گذشتہ سال اسی مقام پر سے ہولی کا جلوس نکلنے کے باعث پولیس اور مسلمانانِ پانی پت کے ایک ہجوم کے درمیان سخت تصادم ہو گیا تھا جس کے نتیجہ میں کئی مسلمان پولیس کی گولیوں سے شہید اور کئی زخمی ہوئے تھے۔ امسال پھر اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ جلوس کو اس چوک میں سے گذارا جائے۔ ہمارے خیال میں اب بھی وقت ہے۔ کہ حکومت اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرے۔

تفریحی کالم

(۱) دہلی کے مشہور شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب آموں کے بیحد شوقین تھے۔ حکیم اجمل خاں صاحب کے مکان کے سامنے جو مسجد ہے۔ اس کے نیچے آج کل طویلہ ہے۔ اس میں رہا کرتے تھے۔ آم کھا کر مرزا صاحب سب چھلکے اور گٹھلیاں دروازہ کے باہر پھکوا دیتے تھے۔ ادھر سے گدھے گذرے اور گدھے نے چھلکوں کو سونگھا۔ اور بغیر کھائے چل دیا۔ مرزا صاحب کے ایک بے تکلف دوست جو آم پسند نہ کرتے تھے۔ فرمانے لگے۔ کہ دیکھئے! آم کو گدھا بھی نہیں کھاتا۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ جی ہاں آم گدھا نہیں کھایا کرتا۔

(۲) **کمال کا مقابلہ**۔ ایک عیسائی مشنری بازار میں کھڑا ہوا حضرت مسیحؑ کے معجزات میں بیان کر رہا تھا۔ کہ حضرت مسیح مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ مسلمان بولا۔ کہ جناب کسی مستند تاریخ میں تو ثبوت ملتا نہیں۔ اگر وہ کسی مریض کو بھی تندرست کر سکتے۔ تو انہیں پھانسی نہ ملتی۔ وہ وحشیوں کا زمانہ تھا۔ آج ترقی کے زمانہ میں اگر کوئی طریقہ مردوں کے زندہ کرنے کا نکل آئے۔ تو جہلاء اسکو نبی کے بجائے خدا مان لیں گے۔ پس یہ تمام کہانیاں ہیں۔ کوئی مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا۔ انہم لا یرجعون۔ اور اگر تمہارے نزدیک بھی معجزہ ہے۔ تو لو سنو میں ایک ہی لاٹھی میں آدمی جان سے مار دیتا ہوں۔ میرا بھی معجزہ مانو۔

وصیت ۹۹۶ء۔ منکہ حفیظہ بیگم زوجہ چودھری محمد شریف قوم آرائیں عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار العلوم ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{2}{38}$-۲۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔ من مظہرہ $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرا حق مہر تین سو روپیہ ہے۔ جو ابھی میرے خاوند نے ادا نہیں کیا۔ اس کے علاوہ میرا زیور مندرجہ ذیل ہے۔ کانٹے طلائی جوڑی ۱ عدد قیمتی دس روپے لچھیاں نقرئی جوڑی ایک عدد قیمتی آٹھ روپے اس کے علاوہ میری کوئی اور جائیداد نہیں۔ اگر میرے مرنے کے بعد مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ نیز میں وصیت کرتی ہوں۔ کہ جس قدر رقم میں اپنی زندگی میں ادا کر دوں۔ وہ اسمیں سے وضع کی جاوے۔ العبد:۔ حفیظہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد شریف بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد نذیر بقلم خود دکاندار قادیان۔

اخلاقی کالم

حکمت کی باتیں

(۱) نیک صحبت اختیار کرو۔ نیکوں کی صحبت اور گفتگو سودمند ہوتی ہے۔

(۲) کبھی کاہلی مت اختیار کرو۔ سستی کو نزدیک نہ آنے دو۔

(۳) ہمیشہ سچ بولو۔ اور پہلے بات کو تولو۔ پھر منہ کھولو۔ کیونکہ عقلمند سوچ کر بولتا ہے۔ اور بے وقوف بول کر سوچتا ہے۔

(۴) اقرار و وعدہ کم کرو۔ وعدہ کرنے میں دیر کرنا عیب نہیں۔ مگر ایفاء وعدہ نہ کرنا سخت عیب ہے۔

(۵) اپنی محنت پر زندگی بسر کرنا فرض سمجھو۔ دوسرے کا سہارا کبھی نہ رکھو۔

(۶) پوشیدہ اسرار کو چھپائے رکھو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس امانت ہے۔

(۷) گفتگو کرتے وقت دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھتے رہو۔ کہ اس پر تمہاری گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے۔ اور فضول گفتگو سے بچو۔ ایسی بات کرو۔ جو تم کو یا دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

(۸) جملہ صفتوں میں نیک چلنی بڑی عمدہ صفت ہے۔

(۹) تمہارا چال چلن بغیر تمہارے بد اعمالوں کے ہرگز خراب نہیں ہو سکتا۔ زنا۔ شراب۔ فسق و فجور سے بچتے رہو۔ غیبت کسی کی نہ کرو۔ نہ سنو۔ جو کرے اسکو روک دو۔

(۱۰) اپنا برتاؤ ایسا بناؤ۔ کہ اگر کوئی تمہاری مذمت بھی کرے۔ تو کسی کو یقین نہ ہو۔

(۱۱) اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ مت کرو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔ اور خرچ کرنے سے پیشتر پیدا کرو۔ اور کوئی خرچ ایسا مت کرو۔ جس سے تم کو یا دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے۔

(۱۲) سوتے وقت پہلے اپنے دن بھر کے کاموں کا محاسبہ کرو۔ کہ کتنے نیک اور کتنے بد کام آج تم نے کئے۔

(۱۳) اگر مالدار ہونے کی خواہش ہے۔ تو ایک دم بہت سا مال ملنے کی تمنا نہ کرو۔

(۱۴) آہستہ آہستہ اور خوش وضعی سے کمایا ہوا روپیہ خوشی بخشتا ہے۔

(۱۵) کسی قسم کا جوا مت کھیلو۔

(۱۶) جس چیز کے حاصل کرنے میں خوف ہے۔ اسکی طمع مت کرو۔

(۱۷) اگر قرض سے سبکدوش ہونے کی امید نہ نظر آتی ہو۔ تو ہرگز قرض مت لو۔

(۱۸) اگر اپنی عورت کی تسلی اور پرورش کرنے میں معذور ہو۔ تو شادی مت کرو۔ جبتک کہ اپنے آپ کو اس قابل نہ بنالو۔

(۱۹) کسی کی مذمت مت کرو۔ نہ خوشامد کی عادت ڈالو۔

(۲۰) انصاف سے خوش رہو۔ کسی کو تکلیف پہنچا کر اپنے فرائض کو فراموش کر کے بے انصافی مت کرو۔

(۲۱) بڑھاپے میں خرچ کے لئے جوانی میں روپیہ جمع کر رکھو۔

(۲۲) ہر ایک کام کے لئے اوقات مقرر کرو۔ اور اس پر کاربند رہو۔ اور کوئی وقت ضائع نہ کرو۔ ہر وقت کسی مفید کام میں مشغول رہو۔

(۲۳) جو امر ضروری ہے۔ اس کے پورا کرنے کا ارادہ کرو۔ اور جس کا ارادہ کرو۔ اسکو ضرور پورا کرو۔

(۲۴) جسم اور لباس اور گھر اور نشست گاہ اور دوکان کو صاف و ستھرا رکھو۔

(۲۵) دنیا کے اقبال سے نہ پھولو۔ اور ادبار سے نہ گھلو۔ ہمیشہ صاحب ہمت اور استقلال بنو۔

(۲۶) علم کی دولت تمام حالتوں میں سب دولتوں سے بہتر ہے۔ ہمیشہ علم حاصل کرتے رہو۔

(۲۷) خدا سے سچے رہو۔ نفس کو مارو۔ مفلسوں پر رحم کرو۔ دوستوں سے مروت کرو۔ جاہلوں سے چپ رہو۔ عاقلوں کے آگے سرِ تسلیم جھکاؤ۔ بزرگوں کا ادب کرو۔ چھوٹوں پر مہربان رہو۔ دشمن کی باتوں کو پی جاؤ۔ اس میں بھلا ہی ہے۔

(۲۸) ذکر خدا اور فکر یوم جزاء سے کبھی غافل نہ ہو۔

(۲۹) دیندار۔ شاکر۔ متواضع اور قانع بنو۔ خواہش اور آنی جانی چیزوں کو اور جس کام کا انجام پشیمانی ہے۔ اس کے چھوڑنے سے دنیا کی محبت نہ ہو گی۔

(۳۰) ہمیشہ خالق کا ڈر رکھو۔

وصیت ۹۹۷ء۔ منکہ غلام فاطمہ زوجہ عبد الحکیم قوم آرائیں عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۴ء ساکن قادیان دار العلوم ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{2}{38}$-۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔ مظہرہ کے پاس کوئی جائیداد بصورت زیور و مہر وغیرہ کے نہیں ہے۔ اس وقت صرف یک صد روپیہ نقد ہے۔ جو میرے لڑکے نے مجھے دیا ہے۔ اسکی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ $\frac{1}{10}$ حصہ کی کرتی ہوں۔ ہاں یہ بھی وصیت کرتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے وقت کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکی ادائیگی بھی میرے ورثاء ادا کرنے کے ذمہ وار ہوں گے۔ میرا مہر اسی روپے تھا۔ جو میں اپنے خاوند سے لیکر اپنی ذات پر خرچ کر چکی ہوں۔ العبد:۔ غلام فاطمہ زوجہ عبد الحکیم نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ محمد شریف بقلم خود پسر موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد یاسین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

پنجاب اسمبلی میں مسجد شہید گنج کے مسئلہ پر بحث ہوئی۔ وزیر اعظم نے ڈاکٹر عالم کے سیاسی رنگ بدلنے پر موزوں تقریر کی۔ اور ساتھ مسجد شہید گنج کے متعلق کانگرس کی مجرمانہ خاموشی کی قلعی کھولی۔

حکومت مدراس نے تمام محکموں کے افسروں کے نام سرکلر جاری کیا ہے۔ کہ سرکاری ملازمت کے خواہشمند امیدواروں سے فی امیدوار پانچ روپیہ فیس وصول کی جائے۔

روہڑی میں ایک شخص مسمی خوب چند کی والدہ مرگئی۔ جب اسے جلانے کے لئے مرگھٹ کو لے جا رہے تھے۔ تو اس نے آنکھیں کھولدیں اسے گھر لے آئے۔ جہاں ماتم کی بجائے خوشیاں ہونے لگیں۔ لیکن دوسرے روز وہ ایسی مری۔ کہ پھر اُٹھ نہ سکی۔

فلسطان ہالی وڈ کی تباہی۔ بارش اور طوفان کا سیلاب ۵ دن تک جاری رہا۔ جس سے بیرونی دنیا سے ہالی وڈ کا سلسلہ رسل و رسائل منقطع ہوگیا۔ صرف لاسلکی (وائرلیس) کے ذریعہ سے نامہ و پیغام ہوتا رہا۔ ۱۵۰ جانیں سیلاب کی نذر ہوگئیں۔ مالی نقصان ۱۰ لاکھ پونڈ ہے۔ ۵ روز کی مسلسل بارش سے مینہ کی اوسط ۱۱ - اِنچ تک پہنچ گئی۔ اکثر مقامات پر پانی ۲۰-۲۰ فٹ چڑھ گیا۔

لاس انجیلز کی ندی کا پُل دریا بُرد ہوگیا۔ ۵ لہد اشخاص اس پر کھڑے تھے۔ سب نذر سیلاب ہوگئے۔

کیلی فورنیا کے قریب ۱۵ اشخاص موٹروں پر سوار تھے۔ سب سیلاب کی لپیٹ میں آکر ہلاک ہوگئے۔ ہزار ہا آدمی بے خانمان ہوگئے ہیں۔
— ۵ر فروری سے ۲۲ر فروری تک ہسپانوی حکومت کے دس ہزار سپاہی ہلاک اور ۱۶ ہزار گرفتار ہوئے۔

فلسطین کے ایک مجاہد محمدؐ خلیل درویشی کے متعلق حکومت نے اعلان کیا تھا۔ کہ جو شخص اسے گرفتار کر کے لائے۔ یا اس کا سر کاٹ کر پیش کرے اسے ۲ سو پونڈ انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ۳ر مارچ کی رات کو پولیس کے دستہ نے ایک قتل کے محل وقوع کا سراغ لگالیا۔ وہیں پر مجاہد مذکور اپنے ۱۸ ہمراہیوں سمیت گرفتار کر لئے گئے۔ گرفتاری کے وقت بہت سا گولہ بارود اور سامانِ حرب پولیس کے ہاتھ آیا۔

محمدؐ خلیل وطن پرستوں کی ایک جماعت کے سردار ہیں۔ انہیں قتل کی متعدد وارداتوں میں ملزم گردانا گیا ہے۔ انگریز ہوائی افسر لارڈ سٹن کے قتل کی ذمہ داری بھی انہیں پر عاید کی گئی ہے۔

وزیرِ اعظم پنجاب کے چند اہم اعلانات

۹ر مارچ کو پنجاب اسمبلی میں بجٹ پر عام بحث کا جواب دیتے ہوئے آنریبل سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے بعض نہایت اہم اعلان کئے۔ سیاسی قیدیوں کی رہائی کے متعلق آپ نے کہا۔ کہ آنریبل وزیر خزانہ ہر ایک قیدی کے معاملے پر فرداً فرداً غور کر رہے ہیں۔ اور کچھ عرصے تک متعدد قیدی رہا کر دیئے جائیں گے۔

اچھوتوں کے متعلق اپنی گورنمنٹ کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ کہ گورنمنٹ کو ان کا پورا پورا خیال ہے۔ دیہات میں ان کو اب تک جن مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ ان کا انسداد کر دیا گیا ہے۔ مختلف محکموں کو ہدایت کر دی گئی ہے۔ کہ جو اچھوت ملازمتوں کے اہل ہوں۔ انہیں ملازمتیں دی جائیں۔ پولیس میں بھی انہیں بھرتی کرنے کی ہدایت جاری کر دی گئی ہے۔ تعمیری پروگرام کے متعلق اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہمارا نصب العین عوام کی خدمت کرنا ہے۔

مسجد شہید گنج کے متعلق آپ نے معترضین کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے اس مسئلے کے حل کے لئے اپیل کی تھی۔ اس کا جواب صوبہ پنجاب کی کانگرس کے صدر کی طرف سے یہ دیا گیا ہے۔ کہ اگر انہیں ثالث تسلیم کر لیا جائے۔ اور ان کے فیصلے کو مان لیا جائے۔ تو وہ فیصلہ کرانے کو تیار ہیں۔ مگر میں بھی یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر مجھے ثالث تسلیم کر لیا جائے۔ تو میں پانچ سیکنڈ میں ایسا فیصلہ کر دوں۔ جو دونوں فریقوں کے لئے قابل قبول اور آبرومندانہ ہوگا۔ اس سلسلے میں آپ نے ان لوگوں کو جو اس تحریک کو برانگیختہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ انتباہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ میری گورنمنٹ کو تو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ البتہ وہ لوگ جو تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ محفوظ رہیں گے۔ وہ یقین جانیں۔ کہ وہ اس سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ اور جو اس تحریک کے ذمہ دار ہیں۔ انہیں یاد رہے کہ جن لوگوں کو وہ برانگیختہ کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں سے ان کی اپنی تباہی ہوگی۔

وصیتیں

ع ۶۸۴۰۔ منکہ محمدؐ عبداللہ مہار بی۔اے ولد چودھری غلام احمدؐ جٹ نمبردار قوم جٹ مہار پیشہ ملازمت عمر ۲۲½ سال پیدائشی احمدی ساکن منگولے ڈاکخانہ چندر کے جٹاں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱/۶/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد -/-/۵۴ روپے ہے۔ بیں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ محمدؐ عبداللہ مہار بی۔اے امپیریل ریکارڈ ڈیپارٹمنٹ نئی دہلی۔ گواہ شد:۔ نذیر احمد خاں جائنٹ سکرٹری تعلیم و تربیت نئی دہلی۔ گواہ شد:۔ غلام حسین احمدی سکرٹری مال انجمن احمدیہ دہلی۔

ع ۶۹۳۶۔ منکہ زینب زہرہ زوجہ مرزا عبدالرؤف قوم بلوچ عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت غیر منقولہ ۵ کنال ۷ مرلہ ہے۔ جسکی بازاری قیمت -/-/۳۵۰ روپے فی کنال ہے۔ اس حساب سے -/-/۱۸۷۳ کل زمین کی قیمت ہے۔ اس کے علاوہ مبلغ پانصد روپیہ حق مہر ہے جو بذمہ خاوند ہے۔ اور زیور قیمتی -/-/۱۲۰ روپے کا ہے۔ کلپ قیمتی -/-/۱۸ روپے کانٹے ایک جوڑی قیمتی -/-/۱۸ روپے انگوٹھی دو عدد -/-/۴ روپے کڑے قسم بند قیمتی -/-/۶۰ روپے کل میزان چوبیس سو ترانوے روپے -/-/۲۴۹۳ روپے ہیں اس سب کی ۱/۹ حصہ کی وصیت جو مبلغ دوسو ستتر روپے بنتی ہے۔ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میری وفات کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور میری جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ انجمن احمدیہ قادیان میں جمع کرا کر رسید حاصل کر لوں۔ تو وہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد:۔ زینب زہرہ

گواہ شد:۔ عطاء اللہ خاں بی۔اے دارالفضل قادیان۔ گواہ شد:۔ مرزا عبدالرؤف خاوند موصیہ۔

ع ۶۹۵۳۔ منکہ حیدر ولد خدا بخش مرحوم پیشہ کفش دوز عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۷ء ساکن تر گڑی ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری موجودہ جائیداد میں ایک دکان جسکی قیمت میرے تیسرے حصہ کی ۶۰ روپیہ ہوتی ہے۔ میں اسکی قیمت میں سے تیسرے حصہ ۲۰ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری آمدنی ماہوار ۱۰ روپیہ ہے۔ میں اپنی آمدن میں سے ایک روپیہ ماہوار جو ۱/۱۰ حصہ وصیت میں انشاء اللہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر میری جائیداد یا آمدن میری وفات کے بعد زاید ثابت ہو۔ تو ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ العبد:۔ نشان انگوٹھا حیدر۔

گواہ شد:۔ مرزا محمدؐ حسین احمدی سکرٹری وصایا محلہ دارالرحمت قادیان۔ گواہ شد:۔ غلام محمدؐ احمدی بقلم خود بوٹ میکر بڑا بازار قادیان۔

ع ۶۹۹۵۔ منکہ برکت بی بی بیوہ محمدؐ دین قوم جنجوعہ راجپوت عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن کھاریاں حال مقیم قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد صرف ایک مشین سینے کی تھی۔ جو میں نے ۱۹۳۰ء میں فروخت کی ہے۔ اس کے علاوہ میرے خاوند کی جائیداد مکان واقعہ موضع آڑہ تحصیل کھاریاں تھا۔ جو چار صد روپیہ پر میرے سوتیلے لڑکے عبداللہ نے فروخت کیا ہے۔ اور عبداللہ نے وعدہ کیا ہے۔ کہ میرا آٹھواں حصہ مبلغ پچاس روپیہ ادا کر دے گا۔ اور میرا مہر مبلغ پچاس روپیہ تھا۔ جس میں سے میں نے نصف معجل مبلغ پچیس روپے معاف کر دیا تھا۔ اور مبلغ پچیس روپے نصف غیر معجل میرے خاوند مرحوم کے ذمہ واجب الادا باقی تھا۔ جو میں نے چار صد مذکور سے اپنے سوتیلے لڑکے عبداللہ سے وصول کرنا ہے۔ یہ سب مل کر -/-/۱۰۵ روپے ہوا۔ جس کا دسواں حصہ دس روپے آٹھ آنے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ العبد:۔ برکت بی بی بقلم خود

گواہ شد:۔ محمدؐ دین ولد نور دین ساکن قادیان لب سڑک بہشتی مقبرہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ نور داد ولد کرم دین قوم گوجر کھاری ساکن کھاریاں ضلع گجرات

(ایڈیٹر خواجہ غلام نبی) ... پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا